PK
6458
S47
1920

Shibli Nu'mani, Muhammad
Savanih 'umri-i Firdausi

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

SAWANEH FIRDAUSI

LIBRARY
UNIVERSITY OF TORONTO

PK
6458
S47
1920

سوانح عمری

فردوسی

اسمیں فردوسیؒ کے مکمل حالات ہیں اور اُسکے کلام پر نقد و تبصرہ ہے

مؤلفہ

شمس العلما حضرت مولٰنا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی نے بماہ جنوری

مطبع نامی دہلی میں چھپوا کے شائع کی

Swaneh Umri Firdausi

قیمت فی جلد

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے، علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کی شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایکدفعہ قومی زمین کہلا چکی ہو شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی قیمت رسمی کاغذ مجلد عہ

فہرست بیگمات

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بیگم، عظمت النساء بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا بیگی، آرزم بانو بیگم، آرام جان بیگم، ممتاز محل، امۃ الحبیب، قدسیہ بیگم، اعزاز النساء بیگم، اورنگ آبادی محل، دلپذیر بانو بیگم بن بلی دو دو، دلرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، روپ متی رحمت بانو، رضیۃ النساء بیگم، لاڈ ملک، شمرو کی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جانی بیگم، رانی جودہ بائی، حمیدہ بانو بیگم، حاجی بیگم خانزاد بیگم، شہزادہ خانم، نواب قدسیہ بیگم، ثریا بانو بیگم، جہاں آرا بیگم، رانی پاربتی، رانی تارا بائی، تلسی بائی، زینت النساء بیگم، زبدۃ النساء بیگم، بادشاہ بیگم، سلطان بیگم، سلیمہ سلطان بیگم، سلیمہ بانو بیگم، جمیلہ خاتون، موتی بیگم، اشرف النساء بیگم، آئی بیگم، بخت النساء بیگم، بہار بانو بیگم، بائی اودے پوری، بائی بھوت ولی، یحینی بیگم، بیگم سلطانہ، بی بی بائی، زیب النساء بیگم۔

سفرنامہ ہستی یعنی نیرنگی دنیا

مولفہ مولانا مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم لکھنوی، انسان کو جس قدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں انکو اس خوبی سے ادا کیا ہو کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے، یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بے نظیر، گویا انشاپردازی اور سچے واقعات کی روح ہے۔ قیمت عہ **فہرست مضامین**، بچپن، جوانی، جوش جوانی، کسی کی یاد، خیال یار، انتظار، آج کل، تمنا، نیرنگی دنیا، آرزو، سعی بے حاصل، فکر، چاندنی رات، افسردہ دلی، غرور حسن، رعنائی، شام غربت صحبت، نہیں، سادگی، نگاہ شوق، خودنمائی، رقیب، شب فراق، آہ پرتاثیر آہ، حسن و عشق، کامیابی، انجام، مرور انجام، محبت دوشین، صبح، شہر کی رات، امید، دنیا بہ امید قائم، مرد چوں پیر شود۔ حرص جواں میکرد، زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ بساز، سواد وطن، بزم قدرت، تغیرات عالم، اداسی، دم واپسیں۔

بستان التفاسیر

ترجمہ اردو تفسیر فتح العزیز۔ پارہ تبارک الذی، مصنفہ عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین امام العلماء قدوۃ الفضلا حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ایسے شخص کی تصنیف کی کیا کوئی تعریف لکھ سکتا ہو، صرف ان کا نام کافی ہے، گیارہ بڑی صورتوں کی تفسیر ہے، معہ احادیث کے، لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے، صفحات ۴۰۰، قیمت عہ مجلد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فردوسی

حسن بن اسحاق بن شرف نام، اور فردوسی[1] تخلص تھا، دولت شاہ کا بیان ہے کہ کہیں کہیں وہ اپنا تخلص ابن شرف شاہ بھی لاتا ہے، مجالس المومنین میں بعض مورخوں کے حوالہ سے اسکے باپ کا نام منصور بن فخر الدین احمد بن مولانا فرخ بیان کیا ہے وطن میں بھی اختلاف ہے، چار مقالہ میں ہے کہ طبرستان کی نواحی میں باژ نام ایک گاؤں تھا فردوسی یہیں کا رہنے والا تھا دیباچہ شاہنامہ میں گاؤں کا نام شاداب لکھا ہے بہر حال عموماً مسلم ہے کہ فردوسی کا وطن طوس کے اضلاع میں تھا اور یہ وہی مردم خیز صوبہ ہے جسکی خاک نے امام غزالی، اور محقق طوسی پیدا کیئے۔ سنہ ولادت معلوم نہیں، البتہ سال وفات سنہ ۴۱۱ھ ہے اور چونکہ عمر کم از کم ۸۰ برس کی تھی جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے۔

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد — امیدم بہ یکبارہ بر باد شد

اسلئے سال ولادت تقریباً سنہ ۳۲۹ھ سمجھنا چاہیئے۔ فردوسی جب پیدا ہوا تو اسکے باپ نے خواب میں دیکھا کہ نوزائیدہ بچے نے کوٹھے پر چڑھ کر نعرہ مارا، اور ہر طرف سے لبیک کی صدائیں آئیں، صبح کو جا کر نجیب الدین سے جو اس زمانہ کے مشہور معبر تھے تعبیر پوچھی، انہوں نے کہا۔ یہ لڑکا شاعر ہوگا اور اسکی شاعری کا غلغلہ تمام عالم میں پھیلے گا سن رشد کو پہنچکر تحصیل علوم میں مشغول ہوا اور تمام درسی علوم حاصل کیئے۔

---

[1] فردوسی کا حال تمام تذکروں میں بہ تفصیل مذکور ہے لیکن سب میں باہم سخت اختلاف ہے ان میں سب سے زیادہ قابل اعتبار چار مقالہ ہے جس کا مصنف خود نامور شاعر اور فردوسی سے قریب العہد ہے تاہم اس میں بھی سخت غلطیاں ہیں تیمور کے پوتے بایسنغر نے نقلاسی شاہ نامہ پر جو دیباچہ لکھوایا تھا اسمیں فردوسی کی مفصل سوانح عمری ہے لیکن بعض واقعات ایسے لغو لکھے ہیں کہ اعتبار اٹھ جاتا ہے دولت شاہ سمرقندی نے بھی کسی قدر تفصیل سے حالات لکھے ہیں اور وہ بھی غلطیوں سے خالی نہیں، عربی مصنفین میں سے صرف قزوینی نے آثار البلاد میں اس کا حال لکھا ہے ہم نے اس سب میں سے واقعات لیئے ہیں لیکن جا بجا ان کی غلطیوں کی بھی تصریح کر دی ہے،

چونکہ آبائی پیشہ زمینداری تھا، اور جس گاؤں میں سکونت تھی خود اس کی ملک میں تھا، اس لئے معاش کی طرف سے فارغ البال تھا[1]، وہ اطمینان کے ساتھ علمی مشغلوں میں بسر کرتا تھا اور کتب بینی کیا کرتا تھا،

شاہنامہ کی ابتدا اور دربار میں رسائی یہ واقعہ جس قدر قطعی ہے اسی قدر اس کی تفصیل میں اختلاف ہے عام روایت یہ ہے کہ فردوسی دادرسی کیلئے محمود کے دربار میں گیا یہاں اس کی شاعری کا جوہر کھلا اور شاہنامہ کی تصنیف پر مامور ہوا لیکن یہ قطعاً غلط ہے فردوسی نے خود بیان کیا ہے کہ شاہنامہ کی تصنیف میں ۳۵ برس صرف ہوئے،

سی و پنج سال از سرائے سپنج ، بسے رنج بردم بہ امید گنج ،
چو بر باد دادند گنج مرا ، نبد حاصلے سی و پنج مرا ،

اور سلطان محمود کی کل مدت سلطنت ۳۱ برس ہے

شاہنامہ کے دیباچہ میں فردوسی نے خود سبب تصنیف بیان کیا ہے اُس سے بھی اس روایت کی تکذیب ہوتی ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہنچنے سے بہت پہلے وہ شاہنامہ شروع کر چکا تھا تفصیل ان واقعات کی شاہنامہ کے سبب تصنیف میں آگے آئیگی

بہر حال اس قدر یقینی ہے کہ فردوسی نے وطن ہی میں شاہنامہ کی ابتدا کی اور ابو منصور نے جو طوس کا صوبہ دار تھا، اُس کی سرپرستی کی، ابو منصور کے مرنے کے بعد طوس کا عامل سلیمان خان مقرر ہوا چونکہ شاہنامہ کا اب ہر جگہ چرچا پھیلتا جاتا تھا، سلطان محمود کو بھی خبر ہوئی سلیمان خان کے نام حکم پہنچا کہ فردوسی کو دربار میں بھیجدو، فردوسی نے پہلے تو انکار کیا، لیکن پھر شیخ معشوق کی پیشینگوئی یاد آئی، اسلیئے راضی ہو گیا اور طوس سے چل کر ہرات میں آیا لیکن ادھر دراندازیاں شروع ہو گئیں، دربار کا میر منشی بدیع الدین دبیر تھا، اُسی نے عنصری سے کہا کہ بادشاہ کو مدت سے شاہنامہ کی تصنیف کا خیال تھا، لیکن دربار کے شعراء میں سے کسی نے اسکی ہامی نہیں بھری اب اگر فردوسی سے یہ کام بن آیا تو تمام شعرائے دربار کی آبرو خاک میں مل جائیگی عنصری نے کہا بادشاہ سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فردوسی کو اُلٹا پھیر دیجیے، لیکن اس کی

شاہنامہ کی ابتدا

---

[1] چہار مقالہ صفحہ ۴۷

اور تدبیر کرنی چاہیئے، چنانچہ فردوسی کے پاس ایک قاصد بھیجا[1] کہ یہاں کا قصد بیفائدہ ہی سلطان کو یونہی ایک خیال پیدا ہوا تھا جس کی بنا پر آپ کی طلبی کا حکم صادر ہوا لیکن اُسدن سے آجتک پھر کبھی ذکر تک نہیں آیا، اس لئے حقیقت واقعہ سے آپ کو اطلاع دیدی گئی، فردوسی نے ہرات سے واپس جانا چاہا لیکن ساتھ ہی خیال پیدا ہوا کہ شاید اسمین کچھ بھید ہو۔ اتفاق سے عنصری اور بدیع الدین دبیر میں شکر رنجی پیدا ہوئی۔ عنصری نے فردوسی کو جو خط لکھا تھا بدیع الدین ہی کے مشورہ سے لکھا تھا، اب بدیع الدین نے فردوسی کے پاس قاصد بھیجا کہ فوراً اِدھر کا عزم کیجیئے عنصری نے جو لکھا خودغرضی سے لکھا تھا، فردوسی نے خط کے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں آتا ہون یہ اشعار بھی خط میں درج کئے،

بگوشش از سروشم بسے مژدہ ہاست — دلم گنج گوہر زبان اژدہاست
چہ سنجد بہ میزان من عنصری — گیا چون کشد پیش گلبن سرے

غرض ہرات سے چلکر غزنین میں آیا اور ایک باغ کے قریب ٹھہرا، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑہی، شہر میں جن لوگوں سے راہ و رسم تہی اُن کو اپنے آنے کی اطلاع کی، چلتا پھرتا باغ میں جانکلا، حسن اتفاق سے دربار کے ممتاز شعرا یعنے عنصری۔ فرخی، عسجدی باغ میں سیر کو آئے تھے اور بادہ و جام کا دور چل رہا تھا، فردوسی اُدھر کو جانکلا۔ حریفوں نے اسکو مخل صحبت سمجھکر روکنا چاہا، ایک نے کہا کہ اُسکو چھیڑا جائے تو خود تنگ آکر چلا جائے گا، عنصری نے کہا، یہ تہذیب اور آدمیت کے خلاف ہے آخر رائے قرار پائی کہ رباعی کا ایک مصرع طرح کیا جائے سب اس پر طبع آزمائی کرین اگر یہ بھی مصرع لگائے، تو شریک صحبت کر لیا جائے ورنہ خود شرمندہ ہوکر اُٹھ جائے گا،

شعرالعجم

عنصری نے ابتدا کی اور کہا ع چون عارض تو ماہ نباشد روشن۔
فرخی نے کہا ع مانند رخت گل نبود در گلشن،
عسجدی نے کہا ع مژگانت ہمی گذر کند از جوشن،

قافیون میں شین کا التزام تھا اور اس التزام کے ساتھ کوئی شگفتہ، قافیہ باقی نہیں،

---

[1] دیباچہ نویسوں نے عنصری کے ساتھ رودکی کا نام بھی لکھا ہے، لیکن رودکی اس سے پہلے سنہ ۳۰۴ھ میں مر چکا تھا،

رہا تھا فردوسی نے برجستہ کہا ع مانند سنان گیو در جنگ پشن
سب نے گیو اور پشن کی تلمیح پوچھی، فردوسی نے تفصیل بیان کی، اسوقت تو سب نے اُسکو، شریک صحبت کر لیا لیکن رشک اور حسد، ایشیائی قوموں کا خاصہ ہے، سب نے سازش کی کہ فردوسی دربار تک نہ پہونچنے پائے

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ مشاعرہ خود سلطان محمود کے دربار میں ہوا تھا، سلطان محمود کے ندیموں میں ماہک نام ایک شخص صاحب مذاق تھا، اُس سے یہیں باغ میں ملاقات ہو گئی تھی، فردوسی کی شیرین زبانی اور قابلیت دیکھکر گرویدہ ہوا اور اپنے گھر میں لاکر رکھا، کھانے کے بعد فردوسی سے اس کا حال دریافت کیا اُس نے اپنی ساری داستان بیان کی،

یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان نے شاہنامہ کی تصنیف کا حکم دیا تھا اور سات شاعر یعنی، عنصری، فرخی، زینی، عسجدی، منجیک چنگ زن ترمذی، ابوبکر اسکاف، ترمذی اس کام کیلئے انتخاب ہوئے تھے،

دربار میں پہنچنے کی تقریب

ماہک نے فردوسی سے شاہنامہ کی تصنیف اور شعرائے انتخاب کا ذکر کیا فردوسی نے کہا میں بھی شعر کہتا ہوں موقع ہو تو دربار میں میرا بھی ذکر کر دینا ماہک نے اسی دن دربار میں جاکر فردوسی کی تقریب کرنی چاہی لیکن موقع نہ ملا اسطرح ایک ہفتہ گزر گیا، ایک دن ماہک نے دربار سے آکر بیان کیا کہ آج تمام شعرا دربار میں حاضر تھے اور شاہنامہ کی مختلف داستانیں سنائی جا رہی تھیں، عنصری رستم و سہراب کی داستان نظم کی تھی، جب یہ دو شعر پڑھے،

ہر آنگہ کہ تشنہ شدی تو بخون — بیالودی این خنجر آب گون
زمانہ بخون تو تشنہ شود، — بہ اندام تو موے دشنہ شود،

تو سلطان محمود نے نہایت پسند کیا، اور حکم دیا کہ عنصری ہی اس خدمت کے لئے مقرر کیا جائے، فردوسی اُسوقت چپکا ہو رہا اور خود یہ داستان نظم کرنی شروع کی رات کو، حسب معمول کھانے پر بیٹھے تو فردوسی نے کہا عنصری سے پہلے شعرا نے رستم و

۱؎ یہ دیباچہ شاہنامہ کی روایت ہے، دولت شاہ کا بیان ہے کہ اس امتحان کے بعد عنصری نے فردوسی کی تحسین کی اور خود دربار شاہی میں اس کو لیجا کر پیش کیا،

سہراب کی داستان نظم کی چنانچہ خود میرے پاس ایک نظم موجود ہے جس کے آگے عنصری کے اشعار کی کچھ حقیقت نہیں، یہ کہکر نظم حوالہ کی، سرنامہ تھا،

کنون خورد باید مے خوشگوار، | کہ می بوئے مشک آرد از جوبیار
ہوا پرخروش و زمین پرز جوش، | خنک آنکہ دل شاد دارد بہ نوش
ہمہ بوستان زیر برگ گل است | ہمہ کوہ پر لالہ و سنبل است

ماہک نے سلطان محمود کی خدمت میں جاکر تمہید کے ساتھ پیش کی محمود نے پوچھا کہ یہ جواہر کہاں سے ہاتھ آئے، ماہک نے فردوسی کا نام لیا، اُسی وقت طلبی ہوئی محمود نے نام ونشان پوچھا، فردوسی نے کہا طوس کا باشندہ ہوں محمود نے اُسکے حالات پوچھے اسی سلسلہ میں پوچھا کہ طوس کب سے آباد ہے اور کس نے آباد کیا، فردوسی نے تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے، محمود نے شعرائے سبعہ کو بلوایا، اور فردوسی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ رستم و سہراب کی داستان اسی نے نظم کی ہے فردوسی نے اسی کے اشعار سنائے تو سب حیرت زدہ رہ گئے، محمود نے خلعت عطا کیا، شعرانے تحسین کی صدا بلند کی، عنصری نے بڑھکر، فردوسی کے ہاتھ چوم لئے اس زمانہ میں امرد پرستی عیب نہیں سمجھا جاتا، محمود نے فردوسی سے فرمایش کی کہ ایاز کے سبزہ خط کی تعریف میں کچھ کہے، فردوسی نے برجستہ کہا

بدیہہ گو... کا امتحان

مست است بتا چشم تو و تیر بہ دست | بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخست
گر پوشش عارضت زرہ عذرش ہست | کز تیر بترسد ہمہ کس خاصہ ز مست

یعنی معشوق کی آنکھیں مست اور تیر بکف ہیں اُن تیروں نے ہزاروں کے دل چھلنی کردیے ہیں اس لئے اُن سے بچنے کے لئے رخساروں نے زرہ پہن لی ہے (خط کو زرہ سے تشبیہ دی ہی کیونکہ مست سے سبھی ڈرتے ہیں، خصوصاً جب اُس کے ہاتھوں میں تیر ہو،

شاہنامہ... تصنیف... خدمت... ہوئی

محمود نہایت محظوظ ہوا اور شاہنامہ کی تصنیف کی خدمت سپرد کی، ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ فردوسی کو ایوان شاہی کے قریب ایک مکان دیا جائے، جو تمام ضروری ساز و سامان سے آراستہ ہو، اور آلات جنگ، اسلحہ حرب، شاہان عجم اور بہادروں اور پہلوانوں کے مرقعوں اور تصویروں سے سجا دیا جائے، ایک ایک شعر پر ایک ایک اشرفی صلہ مقرر ہوا اور

حکم ہوا کہ جب ہزار شعر تک نوبت پہنچ جائے تو ہزار اشرفیاں دیدی جایا کریں، لیکن فردوسی نے متفرق رقم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب کتاب پوری ہو جائیگی تو ایک ساتھ لوں گا،

فردوسی جب وطن میں تھا تو اکثر ایک چشمہ کے کنارے بیٹھا کرتا، اور آب رواں کی سیر سے لطف اٹھاتا، چشمہ کے اوپر بند تھا جو برسات کے زمانہ میں ٹوٹ جاتا تھا۔ اور اس وجہ سے پانی گدلا ہو جاتا تھا، فردوسی کی طبیعت اس سے مکدر ہوتی تھی، قصد کیا کہ بند کو پختہ کرا دے، لیکن اتنا مقدور نہ تھا، شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو نیت کی کہ جو کچھ صلہ ملے گا بند کی تیاری، میں صرف کر دوں گا، یہ وجہ تھی کہ اس نے شاہنامہ کا صلہ متفرق طور پر لینا پسند نہ کیا،

فردوسی نے متصل ۴ سال تک غزنین میں قیام کیا، اور شاہنامہ کی تصنیف میں مصروف رہا، پھر وطن گیا، اور کئی برس رہ کر واپس[لہ] آیا، اس اثنا میں جو حصہ تیار ہو چکا تھا، محمود کے حضور میں پیش کیا اور تحسین و آفرین کے صلے حاصل کئے،

شاہنامہ کی تصنیف کے بیسویں سال جبکہ اسکی عمر ۶۵ برس کی تھی، اس کے جوان بیٹے کا انتقال ہو گیا، فردوسی کو سخت رنج ہوا، چنانچہ اس واقعہ کا ذکر شاہنامہ میں کیا ہے

مگر بہرہ گیرم از پند خویش — براندیشم از مرگ فرزند خویش
ز بدہا تو بودی مرا دستگیر — چرا راہ جستی ز ہمراہ پیر،
مگر ہمرہان جوان یافتی — کہ از پیش من تیز بشتافتی
جوان را چو شد سال بر سی و ہفت — نہ بر آرزو یافت گیتی و رفت،
ہمی بود ہموارہ با من درشت، — بر آشفت و یکبارہ بنمود پشت،
مرا شصت و پنج (۶۵) و ورا سی و ہفت — نپرسید ازین پیر و تنہا برفت،

علمی تاریخ کا یہ نہایت ناگوار واقعہ ہے کہ فردوسی کو اس کی اعجاز بیانی کی داد نہیں ملی یعنی جب شاہنامہ تیار ہوا تو اس کو اشرفیوں کے بجائے روپے دلوائے گئے،

یہ واقعہ عموماً مسلم ہے، لیکن اسباب مختلف بیان کئے گئے ہیں اور سب باہم متناقض ہیں،

لہ دولت شاہ

(حاشیہ: شاہنامہ تصنیف ... میں بیٹے کا انتقال)
(حاشیہ: فردوسی کی ... کانی اور ... کا سبب)

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایاز کی طرف کبھی رُخ نہیں کیا اس لئے اُس نے دراندازی کی اور محمود کو یقین دلایا کہ فردوسی رافضی ہے، نظامی عروضی کا بیان ہے کہ دربار کا بڑا گروہ وزیر اعظم حسن میمندی کا مخالف تھا، اور چونکہ فردوسی کا مربی اور سرپرست وہی تھا اس لئے اس کی ضد پر اس گروہ نے محمود کے کان بھرے اور فردوسی کو معتزلی اور رافضی ثابت کیا، دیباچہ میں ہے کہ فردوسی کو خود حسن میمندی نے تباہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ غزنین اور اطراف و جوانب کے امرا فردوسی کو طرح طرح کے تحفے بھیجتے تھے، فردوسی بھی اشعار کے ذریعہ سے اُن کا شکریہ ادا کرتا تھا، حسن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا تھا لیکن فردوسی کچھ پروا نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا،

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام | مائل بمال ہرگز و طامع بجاہ نیز
سوئے در وزیر چرا ملتفت شوم، | چون فارغم ز بارگہ بادشاہ نیز

حسن میمندی مذہباً خارجی تھا، اور فردوسی شیعہ، اس لئے بھی اس نے فردوسی کی مخالفت کی، ان متناقض روایتوں میں سے کس پر اعتبار کیا جائے۔[1]

دیباچہ نویسوں نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے، اور آسپران کو ناز ہے، وہ یہ کہ فردوسی نے شاہنامہ میں جا بجا شرافت نسب کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے، اور یہ سلطان محمود کو اسوجہ سے ناگوار ہوتا تھا کہ وہ غلام زادہ تھا اس لئے شرافت کی خوبی پر زور دینا گویا درپردہ اُس پر چوٹ تھی،

تذکرہ نویسوں کا یہ فیصلہ ہے کہ محمود نے فردوسی کے شیعہ پن کی وجہ سے اس کی قدر دانی میں کمی کی، لیکن اولاً تو محمود کے دربار میں بہت سے شیعی علماء و فضلا تھے جو نہایت قدر و عزت سے بسر کرتے تھے، ابوریحان بیرونی جو علانیہ شیعہ تھا محمود نے خود فرمان بھیجکر اُس کو بلایا تھا اور نہایت قدر دانی کرتا تھا، دربار میں ہندو عیسائی، یہودی ہر مذہب و ملت کے اہل کمال تھے، فردوسی نے کیا قصور کیا تھا۔

دیباچہ میں ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ قرین قیاس ہے،

---

[1] سلطان محمود کی مدت حکومت میں تین شخصوں کو وزارت کا رتبہ ملا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ پر ملاحظہ ہو)

سلطان محمود کو دیلمی خاندان سے سخت عداوت تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ متعصب شیعہ تھے (دیباچہ میں رافضی کا لفظ تھا جس کو ہم نے بدل دیا) اس خاندان کا تاجدار فخر الدولہ تھا، وہ فردوسی کا نہایت قدردان تھا، جب فردوسی نے رستم و اسفندیار کی داستان نظم کی تو اس نے صلہ کے طور پر ہزار اشرفیاں بھیجیں اور لکھا کہ اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو نہایت اعزاز و احترام کیا جائیگا، یہ خبر تمام غزنین میں پھیل گئی، محمود نے سنا تو اس کو ناگوار گزرا،

اس اجمال کی توضیح یہ ہے کہ سلاطین دیلم عموماً سخت متعصب شیعہ تھے ۳۵۱ھ میں معز الدولہ دیلمی کے حکم سے بغداد کی تمام مسجدوں کی دیواروں پر یہ عبارت لکھی گئی "امیر معاویہ اور غاصب فدک پر لعنت ہے" رات کو لوگوں نے یہ عبارت مٹادی معز الدولہ نے دوبارہ لکھنے کا حکم دیا، لیکن وزیر مہلبی نے رائے دی کہ صرف اسقدر لکھوایا جائے، "ظالمین آل محمد پر لعنت ہے"، البتہ معاویہ کا نام بہ تصریح لکھا جائے، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی[1] یہ تعصب روز بروز بڑھتا گیا، سیوطی ۳۶۴ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں

وفی هذه السنة وبعدها اظهر الرفض	اس سنہ میں اور اس کے بعد، مصر، شام، اور مشرق
وذابمصر والشام والمشرق والمغرب	و مغرب میں رفض ابھر پڑا۔

فرقہ باطنیہ جو مسلمانوں کو چھپ چھپ کر قتل کرتا رہتا تھا، اُن کی بڑی جمعیت دیلمیوں ہی کے زیر حمایت تھی، چنانچہ جب ۴۲۰ھ میں سلطان محمود نے مجد الدولہ دیلمی کو گرفتار کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) سب سے پہلے فضل ابن احمد اس منصب پر ممتاز ہوا وہ ابتدا میں سامانی خاندان کا نائب میر منشی تھا پھر سبکتگین کے دربار میں وزارت کے رتبہ پر پہونچا سبکتگین کے بعد، سلطان محمود نے اسکا عہدہ بحال رکھا علم و فن سے عاری تھا، لیکن مہمات سلطنت کے انتظام میں خداداد ملکہ رکھتا تھا، دس برس وزارت کرنیکے بعد سلطان محمود نے دغابازی کی بنا پر معزول کر دیا، اس کے بعد حسن میمندی وزیر مقرر ہوا اٹھارہ سال کے بعد وہ بھی معزول ہوا اور حسن بن محمد کو وزارت کی سند ملی[2]، فردوسی نے فضل بن احمد کی مدح شاہنامہ میں لکھی ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں اپنے فردوسی کی تقریب کی ہوگی اور باالآخر جس نے محمود کو فردوسی کی ناکامی پر متوجہ کیا، وہ حسن بن محمد ہوگا

[1] حبیب السیر میں ان وزرا کے حالات کسی قدر تفصیل سے مذکور ہیں، [2] ابن الاثیر واقعات ۳۵۱ھ

تو باطنیوں کا ایک گروہ عظیم اسکے ساتھ تھا،ان اسباب سے محمود کو دیلمیوں کے ساتھ نہ صرف مذہبی بلکہ پولیٹیکل دشمنی تھی، اس لیئے وہ فردوسی کے ساتھ فخر الدولہ دیلمی کی خط وکتابت کو مصالح ملکی کے لحاظ سے بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا[1]

بہر حال وجہ کچھ ہوا، واقعہ یہ ہے کہ محمود نے فردوسی کی قدردانی کا حق ادا نہ کیا فردوسی حمام میں نہا رہا تھا کہ شاہنامہ کا صلہ پہنچا، فردوسی حمام سے نکلا تو ایاز نے روپے کی تھیلیاں پیش کیں، فردوسی نے بڑی بیتابی سے دست شوق بڑھایا لیکن سونے کے پھول کے بجائے چاندی کے پھول تھے، فردوسی کے دل سے بیساختہ آہ نکلی، تھیلیاں کھڑے کھڑے لٹا دیں اور ایاز سے کہا کہ بادشاہ سے کہنا کہ "میں نے یہ خون جگر اِن سفید دانوں کے لئے نہیں کھایا تھا" ایاز نے محمود سے ساری کیفیت بیان کی محمود نے حسن میمندی کو بلاکر ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ تیری کم اندازی نے مجھکو بدنام کر دیا، میمندی نے کہا کہ حضور خاک کی ایک چٹکی بھیجدیتے تب بھی فردوسی کو آنکھوں سے لگانا تھا، انعام شاہی کا ردکرنا بڑی گستاخی ہے" اس چبھتے ہوئے فقرہ نے محمود کے دل میں بھی اثر کیا، اور برہم ہوکر کہا کہ کل میں اس قرمطی کو اس گستاخی کا مزہ چکھاؤنگا فردوسی کو خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوا، صبح کو محمود باغ میں آیا - تو، فردوسی نے دوڑ کر پاؤں پر سر رکھدیا اور بدیہۃ یہ اشعار پڑھے،

چو در ملک سلطان کہ جز خوش ستود — بسے ہست ترسا و گبر و یہود،
گرفتند در ظل عدلش قرار — شدہ ایمن از گردش روزگار،
چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ — رہے را شمارد یکے زان گروہ،
غلام ۱۲

سلطان محمود کو رحم آیا، اور اُسکی تقصیر معاف کی،

سلطان محمود کی ہجو

غزنین سے چلتے وقت فردوسی نے ایاز کو ایک لفافہ سربمہر دیا اور کہا کہ میرے جانیکے ۲۰ دن بعد بادشاہ کو دینا، فردوسی ہرات کو روانہ ہوا، محمود نے لفافہ کی مہر کھولی تو ہجو کے اشعار تھے

یکے بندگی کردم اے شہریار، — کہ ماند ز تو در جہان یادگار،

[1] ابن الاثیر واقعات سنہ ۴۲۰ھ

پے افگندم از نظم کاخ بلند که از باد و باران نیابد گزند
بسے رنج بردم درین سال سی عجم زنده کردم بدین پارسی
چو بر باد دادند گنج مرا نبد حاصلے سی و پنج مرا
اگر شاه را شاه بودے پدر بسر بر نہادے مرا تاج زر
وگر مادر شاه بانو بدے، مرا سیم و زر تا بزانو بدے،
پرستار زاده نیاید بکار دگر چند دارد پدر شہریار
سر ناسزایان برافراشتن وزیشان امید بہی داشتن
سر رشتۂ خویش گم کردن است بجیب اندرون مار پروردن است
درختے کہ تلخ است ویرا سرشت گرش بر نشانی بہ باغ بہشت
ور از جوی خلدش بہنگام آب بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سر انجام گوہر بکار آورد، ہمان میوۂ تلخ بار آورد،
ز بد اصل چشم بہی داشتن بود خاک در دیدہ انباشتن
ازان گفتم این بیتہائے بلند کہ تا شاہ گیرد ازین کار پند
کہ شاعر چو رنجد بگوید ہجا بماند ہجا تا قیامت بجا

کلام کی جہانگیری دیکھو محمود نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں مٹا دیں ملک کے ملک غارت کر دیئے، عالم کو زیر و زبر کر دیا لیکن فردوسی کی زبان سے جو بول نکل گئے آج تک قائم ہیں اور قیامت تک نہیں مٹ سکتے،

فردوسی غزنین سے نکلا تو اس بے سر و سامانی سے نکلا کہ ایک چادر اور عصا کے سوا کچھ پاس نہ تھا، احباب اور قدر دانوں کی کمی نہ تھی لیکن معتوب شاہی کو کون پناہ دے سکتا تھا تاہم ایاز نے یہ جرأت کی کہ جب فردوسی شہر سے باہر نکل گیا تو مخفی طور پر کچھ نقدی اور سامان سفر بھجوا دیا۔ فردوسی ہرات میں آیا۔ اور اسمٰعیل وراق کے ہاں مہمان ہوا۔ چونکہ سلطان محمود نے ہر طرف فرمان بھیجے ہوئے تھے، کہ فردوسی جہاں ہاتھ آئے گرفتار کر کے بھیج دیا جائے، چھ مہینہ تک روپوش رہا شاہی جاسوس ہرات میں آئے لیکن فردوسی

کا پتہ نہ لگا سکے، اب اس نے ہرات سے طوس[2] کا رخ کیا، طوس سے قہستان گیا، ناصر لک یہاں کا حاکم تھا، اسکو خبر ہوئی تو ندیمان خاص کو استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت اخلاص کے ساتھ پیش آیا۔ فردوسی نے ایک مثنوی لکھنی شروع کی تھی جس میں حاسدوں کی درانداز[ی] اپنی مظلومی اور سلطان محمود کی بدعہدی و ناقدردانی کا ذکر تھا،

به غزنین مرا گرچه خون شد جگر | ز بیداد آن شاه بیدادگر
کز آن هیچ شد رنج سی ساله ام، | شنید از زمین آسمان ناله ام،
همی خواستم تا فغانها کنم، | به گیتی از و داستانها کنم
بگویم ز مادرش و هم از پدرش | نترسم بغیر از خداوند عرش
چو دشمن نمی داند از دوست باز | به تیغ زبانش کنم پوست باز
ولیکن ز فرمودهٔ محتشم | ندانم کزین بیش چون سر کشم،
فرستادم ار گفته ها داشتم | به نزدیک خود هیچ نگذاشتم
اگر باشد این گفتها ناصواب | بسوزان در آتش بشو آن در آب
گزشتم ایا سرور نیک رای | ازین داوری تا بدیگر سرای
رسد لطف یزدان بفریاد من | ستاند بحشر از و داد من

فردوسی نے مثنوی کے اشعار ناصر لک کو سنائے تو اس نے سمجھایا کہ بدگوئی اہل کمال کی شان نہیں، میں لاکھ روپے ان اشعار کے معاوضہ میں دیتا ہوں اشعار کہیں ظاہر ہونے نہ پائیں، فردوسی نے منظور کیا، ناصر لک نے سلطان محمود کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ فردوسی کے حق میں بڑا ظلم ہوا[1]۔

فردوسی جب غزنین سے روانہ ہوا تھا تو جامع مسجد کی دیوار پر یہ اشعار لکھ آیا تھا

---

[1] چہار مقالہ ۱۲ ار

[2] یہ دیباچہ کی روایت ہے چہار مقالہ میں قہستان کے بجائے طبرستان اور ناصر لک کے بجائے سپہبد شیرزاد کا نام ہے۔ دولت شاہ نے طبرستان کے بجائے رستمدار لکھا ہے۔ طبرستان اور رستمدار در اصل ایک ہی ہیں۔ لیکن سپہبد اور ناصر لک دو شخص ہیں۔ دولت شاہ نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا ہے،

خجستہ درگہ محمود غزنوی دریاست — چگونہ دریا کان را کرانہ پیدا نیست
چہ غوطہ ہا زدم و اندرو ندیدم دُر — گناہ بخت من ست این گناہ دریا نیست

انفاق یہ کہ جسدن ناصر لک کا عریضہ پہنچا۔ سلطان نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں آیا تھا۔ اتفاق سے ان اشعار پر نظر پڑی نہایت متاسف ہوا۔ مسجد سے آکر ناصر لک کا عریضہ دیکھا اور بھی مکدر ہوا جن لوگوں نے فردوسی کے حق میں کانٹے بوئے تھے اُن کو بلاکر سخت توبیخ کی، کہ تم نے دنیا میں مجھ کو بدنام کر دیا۔

ناصر لک نے گو فردوسی کی بہت کچھ خاطر مدارات کی تاہم سلطان محمود کے ڈر سے اپنے پاس نہ ٹھہرا سکا۔ فردوسی یہاں سے بھی نکلا۔ اور ماژندران میں آیا یہاں وہ شاہنامہ کی نظر ثانی میں مشغول ہوا۔

ماژندران کی حکومت قابوس میں وشمگیر کے خاندان میں چلی آتی تھی اس زمانہ میں سپہبد فرمان روان تھا، اسکو فردوسی کے آنے کی خبر ہوئی تو نہایت مسرت ظاہر کی اور فردوسی کو دربار میں بلایا۔ فردوسی نے مدحیہ اشعار اضافہ کر کے شاہ نامہ پیش کیا سپہبد نے چاہا کہ فردوسی کو دربار سے نہ جانے دے لیکن پھر سلطان محمود کا خیال آیا ایک گران بہا صلہ بھیجکر کہلا بھیجا کہ محمود آپ سے ناراض ہے اس لئے میں آپکو ٹھہرا نہیں سکتا آپ اور کہیں تشریف لیجائیے

دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے کہ" فردوسی یہاں سے بغداد گیا خلیفہ عباسی نے اسکی بڑی قدر کی، فردوسی نے عربی میں قصیدے لکھکر پیش کئے اور اہلِ بغداد کی فرمائش سے یوسف زلیخا لکھی، سلطان محمود کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو خلیفہ عباسی کو تہدید کا خط لکھا کہ فردوسی کو فوراً یہاں بھیجدیجئے۔ ورنہ بغداد...... ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے ہوگا۔ وہاں سے تین حرف الف لام میم لکھ کر آئے کہ سورۂ الم ترکیف کی طرف اشارہ تھا لیکن یہ تمام بے سر و پا مزخرفات ہیں۔

ایک دفعہ سلطان محمود ہندوستان کی مہم سے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں دشمن کا قلعہ تھا وہیں ٹھہر گیا اور قاصد بھیجا کہ حاضر خدمت ہو کر اطاعت بجالائے دوسرے دن قاصد جواب لایا

لیکن ابھی کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ محمود نے وزیر اعظم سے کہا کہ دیکھو کیا جواب لایا ہے

وزیر نے برجستہ کہا،

اگر جز بکام من آمد جواب ۔۔۔ من و گرز و میدان و افراسیاب

محمود دھپ کے اٹھا اور پوچھا کس کا شعر ہے؟ وزیر نے کہا اُس بدقسمت کا جس نے ۲۵ برس خون جگر کھایا اور کچھ نہ حاصل ہوا[1] محمود نے کہا مجھ کو سخت ندامت ہے غزنین پہنچکر یاد دلانا غرض پایۂ تخت میں پہنچکر ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس روانہ کیں، لیکن تقدیر پر کس کا زور ہے، ادھر شہر کے ایک دروازے جس کا نام رودبار تھا صلہ پہونچا اُدھر دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا،

سلطان نے تلافی مافات کا ارادہ کیا

بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر ۔۔۔ یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

طوس میں ایک واعظ صاحب تھے اُنہوں نے فتویٰ دیا کہ چونکہ فردوسی رافضی تھا اس کا جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ ہرچند لوگوں نے منت سماجت کی لیکن بدنفس واعظ نے ایک نہ مانی۔ مجبوراً شہر کے باہر ایک باغ میں کہ خود فردوسی کی ملک تھا دفن کیا۔ سلطان محمود کو پرچہ گزرا تو حکم دیا کہ واعظ شہر سے نکال دیا جائے

فردوسی نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی تھی۔ صرف ایک لڑکی تھی شاہی صلہ اسکی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن اسکی بلند ہمتی نے گوارا نہ کیا کہ باپ جس چیز کی حسرت میں مر گیا اولاد اُس سے تمتع اُٹھائے، سلطان محمود کو اسکی اطلاع دی گئی۔ حکم دیا کہ اشرفیاں امام ابو بکر اسحاق کے حوالہ کی جائیں کہ اِس سے فردوسی کے نام پر ایک کاروان سرائے بنا دی جائے۔ ناصر خسرو نے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ سنہ ۴۳۸ھ میں جب طوس میں پہنچا تو ایک بڑی کاروان سرا دیکھی لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ فردوسی کے صلہ سے تعمیر ہوئی ہے فرہنگ رشیدی اور چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام چاہ ہے، اور مرو اور نیشاپور کے راستہ میں ہے،

عام تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ فردوسی نے سنہ ۴۱۱ھ میں وفات پائی لیکن، فردوسی نے شاہنامہ کے خاتمہ میں تصریح کی ہے کہ شاہنامہ سنہ ۴۰۰ھ میں انجام کو پہنچا

ز ہجرت شدہ پنج ہشتاد بار ۔۔۔ کہ گفتم من این نامۂ شہریار،

[1] یہ واقعہ مختلف طریقوں سے مروی ہے لیکن جو روایت نظامی عروضی سمرقندی سے مروی ہے اور اسلئے زیادہ معتبر ہے کہ اس نے سنہ ۵۱۰ھ میں امیر معزی (ملک الشعراء سلطان سنجر) سے سنی تھی۔ اور امیر معزی سے امیر عبدالرزاق نے بیان کی تھی۔ دیکھو چہار مقالہ و انتخابات فردوسی۔

اس کے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ اس وقت اسکی عمر اسّی برس کی تھی،

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد ․․․ امیدم بہ یکبارہ برباد شد،

شاہنامہ کے ختم ہونے کے بعد، وہ دو چار برس سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اس لیئے اس کی وفات سنہ ۴۱۱ھ سے چند برس پہلے ہوئی ہوگی،

فردوسی کا مزار مدت تک آباد اور بوسہ گاہ عالم رہا۔ نظامی سمرقندی نے سنہ ۵۱۰ھ میں اسکی زیارت کی تھی، دولت شاہ نے لکھا ہے کہ آج اسکا مزار مرجع عام ہے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ "عبداللہ خان ازبک کی توجہ سے فردوسی کا مقبرہ معمور اور پُر رونق ہے، عام لوگ عموماً اور شیعہ خصوصاً زیارت کو جاتے ہیں، میں نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے"

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق ․․․ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

شاہنامہ

سنہ تصنیف و سبب تصنیف

کیا عجیب بات ہے، جو واقعہ جس قدر زیادہ مشہور ہوتا ہے اُسیقدر اکثر غلط اور بے سر و پا ہوتا ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ فردوسی نے سلطان محمود کے دربار میں پہنچکر اسکے حکم سے شاہنامہ لکھنا شروع کیا۔ اکثر تذکروں میں یہی لکھا ہے، لیکن یہ غلط اور محض غلط ہے،

فردوسی نے خاتمہ میں خود تصریح کی ہے کہ یہ کتاب سنہ ۴۰۰ھ میں تمام ہوئی۔

ز ہجرت شدہ پنج ہشتاد بار[1] ․․․ کہ گفتم من این نامۂ شہریار

اسکے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ پینتیس برس کتاب کی تصنیف میں صرف ہوئے

سی و پنج سال از سرائے سپنج ․․․ بسے رنج بردم بامید گنج،

اس بنا پر تصنیف کا آغاز سنہ ۳۶۵ھ سمجھنا چاہیئے، اور چونکہ سلطان محمود سنہ ۳۸۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس لیئے اس کی تخت نشینی سے مدتوں پہلے شاہنامہ کی ابتدا ہو چکی تھی عام خیال یہ ہے کہ شاہنامہ سلطان محمود کی فرمائش سے لکھا گیا۔ لیکن یہ بھی محض

[1] پانچ کو اسّی میں ضرب دیں تو چار سو ہوتے ہیں ۱۲

غلط ہے۔ فردوسی نے خود سبب تصنیف لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکو صرف اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا مقصود تھا،

همی خواهم از داد گر یک خدائے
که چندان بمانم بگیتی بجائے

که این نامهٔ شهریاران پیش
بپیوندم از خوب گفتار خویش

بسے رنج بردم درین سال سی
عجم زنده کردم بدین پارسی

همه مرده از روزگار دراز،
شد از گفت من نام شان زنده باز

چو عیسی من این مردگان را تمام
سراسر همه زنده کردم بنام

پے افگندم از نظم کاخ بلند
که از باد و باران نیابد گزند

تیسرے دفتر میں جہاں دقیقی کے اشعار نقل کئے ہیں خاتمہ پر لکھتا ہے،

من این نامه فرخ گرفتم بفال
همی رنج بردم به بسیار سال

ندیدم سرافراز بخشنده،،
بگاه کیان بر نشستنده،

سخن را نگهداشتم سال بیست،،
بدان تا سزاوار این گنج کیست

جهاندار محمود با فر و جود
که او را کند ماه کیوان سجود

ان اشعار میں صاف تصریح ہے کہ سلطان محمود کے دربار میں پہونچنے سے بیس سال پہلے شاہنامہ شروع ہو چکا تھا،

دیباچہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کا آغاز اس نے خود اپنے شوق سے کیا، قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فردوسی فطرۃً شاعر تھا۔ اِس کے ساتھ نسل کا مجوسی یعنی شاہان ایران کا ہم قوم تہا، دقیقی نے شاہنامہ کی جو بنیاد ڈالی تہی اور جسقدر شعر لکھ دیئے تھے اسکے چرچے ہر جگہ پھیل گئے تھے اور اِس سے اندازہ ہو سکتا تہا کہ اس کتاب میں قبولیت کا کس قدر مادہ ہے یہ اسباب اس بات کے لئے کافی تھے کہ فردوسی نے خود اپنے شوق سے شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ ایک عظیم الشان کام تھا اور اعانت کے بغیر انجام نہیں پا سکتا تھا سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ تاریخ کا مستند سرمایہ ہاتھ آئے حُسن اتفاق یہ کہ فردوسی کے وطن ہی میں ایک شخص کے پاس یہ سرمایہ موجود تھا اور وہ

فردوسی کا مخلص دوست تھا اسکو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے یہ کتاب لاکر فردوسی کو دی۔
چنانچہ فردوسی دیباچہ میں لکھتا ہے،

به شهرم یکے مهربان دوست بود — تو گفتی که با من بیک پوست بود
مرا گفت خوب آمد این رائے تو — به نیکی خرامد مگر پائے تو
نوشته من این نامهٔ پهلوی — به پیش تو آرم مگر نغنوی
شو این نامهٔ خسروان باز گوے — بدین جوے زد میهمان آبروے
چو آورد این نامه نزدیک من — برافروخت این جان تاریک من

فردوسی اگرچہ جیسا کہ نظامی سمرقندی نے لکھا ہے "رئیس زادہ اور خوشحال تھا، تاہم،
جب اس نے شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو علم دوست امرا نے قدردانی کا اظہار کرنا چاہا لیکن
منصور بن محمد نے جو طوس کا حاکم تھا، ایسی فیاضی کا اظہار کیا کہ فردوسی تمام لوگوں سے
بے نیاز ہوگیا۔

بدین نامه چون دست کردم دراز — یکے مهترے بود گردن فراز
جوان بود از گوهر پهلوان — خردمند و بیدار روشن روان
مرا گفت کز من چه آید همے — که جانب سخن برگراید همے
بچیزے که باشد مرا دست رس — بکوشم نیازت نه آرم بکس

افسوس کہ منصور چند روز کے بعد مرگیا۔ فردوسی نے اس کا بہت پردرد مرثیہ لکھا
حسین قتیب۔ علی دیلم۔ بودلف۔ اور فضل ابن احمد کا نام بھی فردوسی کے قدردانوں کی
فہرست میں داخل ہے، نظامی سمرقندی نے لکھا ہے کہ "حسین قتیب طوس کا عامل تھا،
(غالباً منصور کے مرنے کے بعد مقرر ہوا ہوگا۔) اس نے فردوسی کے دیہات کی مالگذاری
معاف کردی تھی[1]۔
فضل ابن احمد سلطان محمود کا وزیر تھا، جس کے مرنیکے بعد حسن میمندی اس منصب پر
ممتاز ہوا، فضل کا تذکرہ بھی فردوسی نے شاہنامہ میں کیا ہے،

[1] چہار مقالہ نظامی سمرقندی ۱۲

نظامی عروضی کا بیان ہے کہ علی دیلمی شاہنامہ کا مسودہ صاف کیا کرتا تھا - اور بودلف راوی تھا یعنی شاہنامہ حفظ یاد رکھتا تھا - اور جلسوں اور صحبتوں میں لوگوں کو سناتا تھا - لیکن شاہنامہ میں فردوسی نے ان دونوں کا نام اس انداز سے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فردوسی کے سرپرست اور مربی تھے - کاتب اور راوی نہ تھے،

ازان نامور نامداران شہر ۔۔۔ علی دیلم و بودلف راست بہر،

بودلف کی نسبت قاضی نوراللہ شوستری کا قیاس ہے کہ یہ وہ بودلف ہے جو ایک محتشم رئیس تھا جس کے نام پر اسدی طوسی نے گشتاسپ نامہ لکھا ہے اور دیباچہ میں اس کی مدح و ثنائی ہے :

ملک بودلف شہریار زمین ،، ۔۔۔ جہاندار ایرانی پاک دین

بزرگی کہ با آسمان ہمسر است ۔۔۔ زنسلِ براہیم پیغمبر است

خوش اعتقاد دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے، کہ فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو شیخ محمد معشوق کی خدمت جو ایک مشہور صاحبدل تھے حاضر ہوا اور اُن سے اپنا خیال ظاہر کیا - اُنہوں نے کہا تم اس کام کو شروع کرو - خدا تم کو کامیاب کرے گا، فردوسی تو کامیاب نہیں ہوا - لیکن شاہنامہ کی کامیابی میں کس کو شک ہو سکتا ہے ۔

شاہنامہ کا ماخذ

سر جان مالکم[۱] صاحب اپنی تاریخ صفحہ ۶۷ میں لکھتے ہیں

قرن اول کے تمام مورخین لکھتے ہیں کہ چونکہ ایرانیوں نے عرب کے حملے کے روکنے میں نہایت پامردی دکھائی تھی اس لئے پیروانِ اسلام اسقدر برافروختہ تھے کہ اُنہوں نے ایران کی تمام قومی یادگاروں کو برباد کر دیا - شہروں کو آگ لگادی، آتشکدے برباد کر دیئے موبدوں کو قتل کرا دیا - ہر قسم کی کتابیں عموماً برباد کر دیں - کتب خانوں کے مالکوں کو قتل کرا دیا - یہ متعصب عرب قرآن کے سوا اور کچھ نہیں جانتے تھے - اور نہ جاننا چاہتے تھے موبدوں کو

۱؎ سر جان مالکم صاحب، ایک مدت تک ایران میں انگریزی سرکار کی طرف سے سفیر تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ پر دیکھیے)

مجوس لیتے تھے اور ان کو جادوگر سمجھتے تھے۔ یونان اور روم کی کتابوں سے قیاس ہو سکتا ہے نہ اس طوفان میں ایران کی کسقدر کتابیں بچی ہونگی۔ قریبًا چار سو برس گزر گئے اور کسی نے ایرانیوں کی تاریخ لکھنے پر توجہ نہیں کی۔ سب سے پہلی کوشش اس کے متعلق جو کی گئی وہ سامانیوں نے کی۔ مورخین کو اسمیں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ منصور ثانی نے ابتدا کی بعض کہتے ہیں کہ دقیقی نے شاہنامہ لکھنا اسمٰعیل کے زمانہ میں شروع کیا جو سلسلہ سامانیہ کا پہلا تاجدار تھا۔ غرض چونکہ سلاطین سامانی اپنے آپکو بہرام چوبین کے خاندان سے سمجھتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا چاہا۔

مالکم صاحب ایک مدت تک ایران میں رہے ہیں۔ فارسی زبان میں اُن کو پوری مہارت تھی۔ اسلامی تاریخ کی طرف خاص توجہ تھی۔ ان سب باتوں کے ساتھ اُنکی تحقیقات کا یہ عالم ہے کہ اتنی لمبی چوڑی عبارت میں ایک حرف بھی صحیح زبان سے نہ نکلا۔

مالکم صاحب کے تعصب کے جواب دینے کا یہ موقع نہیں۔ البتہ تاریخی حیثیت سے یہ امر قابل بحث ہے، فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنا چاہا تو ایران کا تاریخی ذخیرہ کسقدر موجود تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ مسلمانوں میں علوم وفنون کی تدوین ۱۴۳ھ سے شروع ہوئی اور درحقیقت اسلامی علوم وفنون کے متعلق اس سے پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غیر قوموں کے علوم وفنون کا ترجمہ اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ ہشام بن عبدالملک جو ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا اور جو سلاطین بنی امیہ کا گل سرسبد تھا سب سے پہلے اس نے غیر قوموں کی تاریخ کی طرف توجہ کی۔ اس کا میر منشی جبلہ بن سالم تھا اسنے فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ کیں جن میں سے جنگ رستم و اسفندیار اور داستان بہرام چوبین بھی تھی۔ شاہان عجم کے علمی ذخیرے جو فتوحات میں ہاتھ آئے تھے اُن میں ایک کتاب تاریخ تھی۔ یہ ایران کی نہایت مفصل اور مبسوط تاریخ تھی جسمیں سلطنتوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) انہوں نے ایران کی تاریخ قدیم و جدید پر ایک کتاب انگریزی میں لکھی مرزا حیرت ایرانی نے اس کا ترجمہ کیا جو بمبئی میں سنہ ۱۸۸۶ء میں چھپا گیا۔

(۵) کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۰

حالات کے ساتھ حکومت کے قواعد اور آئین عہد بعہد کے علوم و فنون تعمیرات وغیرہ مفصل حالات تھے ایک خاص جدت یہ تھی کہ تمام سلاطین کی تصویریں بھی تھیں اور تصویروں میں اُن کی خاص وضع قطع لباس زیورات اور تمام خصوصیات کو بعینہ دکھایا تھا۔

ہشام نے اس کتاب کا ترجمہ کرایا۔ چنانچہ ۱۱۳ھ میں یہ ترجمہ تیار ہوا۔ مورخ مسعودی نے کتاب الاشراف[۱] میں لکھا ہے کہ میں نے ۳۰۳ھ میں بمقام اصطخریہ کتاب دیکھی سلطنت فارس کے متعلق جس قدر کتابیں فارسی میں موجود ہیں یہ سب سے زیادہ مفصل ہے"

دولت عباسیہ نے آغاز ہی سے ایران کے علوم و فنون کے ترجمہ کی طرف توجہ کی، اُن میں سے تاریخی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

خدائی نامہ[۲] - یہ نہایت مفصل تاریخ تھی اور اسفندیار مغدوں عام تھی) - کہ بہرام بن مروان شاہ نے جو دولت عباسیہ کا مترجم تھا۔ جب اس کتاب کو بہم پہنچایا تو بیس مختلف نسخے اس کو ہاتھ آئے عبداللہ بن المقفع نے اِس کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور اُسکا نام تاریخ ملوک الفرس رکھا

آئین نامہ۔ یہ بھی نہایت مفصل کتاب ہے، علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف (صفحہ ۱۰۴) میں لکھا ہے۔ کہ یہ بہت ضخیم کتاب اور کئی ہزار صفحوں میں ہے عبداللہ بن المقفع نے اسکا ترجمہ کیا۔

سیر ملوک الفرس	مترجمہ عبداللہ بن المقفع
سیر ملوک الفرس	مترجمہ محمد جہم البرمکی
سیر ملوک الفرس	مترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی
سیر ملوک الفرس[۳]	مترجمہ محمد بن بہرام الاصفہانی

سکیران۔ پہلوی زبان میں تھی۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ اہل عجم اِسکا

---

[۱] کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۶ و ۱۲۰

[۲] خدائی نامہ کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۸ و ۱۶ و ۲۴ میں ہے اور کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔

[۳] ان چاروں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۹ میں ہے۔

کتاب کی نہایت عزت کرتے تھے۔ عبداللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا۔

تاریخ دولت ساسانی	مترجمہ ہشام بن القاسم الاصفہانی۔ اصلاح[1] دادہ بہرام بن مروان شاہ موبد نیشاپور
کارنامۂ نوشیروان	
شہرزاد و پرویز	
کارنامۂ اردشیر بن بابک	اردشیر نے اپنے حالات اور واقعات خود لکھے تھے[2]
کتاب التاج	
بہرام و نرسی نامہ	
کارنامہ	نوشیروان کے حالات
مزدک نامہ	

ان کتابوں کے علاوہ سلاطین ایران کے عہدنامے، توقیعات اور فرامین جو یکجا کئے گئے، اور ان کا ترجمہ کیا گیا۔ مثلاً وصیت نامۂ نوشیروان بنام ہرمز، عہدنامہ اردشیر بابکان بنام شاپور، کسریٰ و مرزبان کا مکالمہ، نوشیروان کا خط سرداران فوج کے نام نوشیروان اور ہواسپ کے مراسلات[3]۔

جب تاریخ ایران کا اسقدر ذخیرہ فراہم ہو چکا، تو مورخین اسلام نے ان کی مدد سے خود مستقل تصنیفیں کیں، چنانچہ محمد بن طبری۔ علامہ مسعودی۔ ابوحنیفہ دینوری۔ یعقوبی۔ حمزہ اصفہانی وغیرہ نے ایران کی مبسوط اور مفصل تاریخیں لکھیں جو یورپ کی بدولت آج چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام کتابیں فردوسی کے زمانہ سے پہلے تصنیف ہو چکی تھیں۔ ان واقعات کے بعد، مالکم صاحب کی رائے کو پڑھو کہ "مسلمان چار سو برس تک ایران کی تاریخ سے ناواقف تھے اور سب سے پہلی کوشش سامانیوں کے دور میں ہوئی"۔

---

[1] ان دونوں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۱۹ میں ہے

[2] مروج الذہب، مسعودی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۲ جلد اول

[3] ان چند کتابوں کا ذکر فہرست ابن الندیم صفحہ ۳۰۵ میں ہے۔

یہ تمام کتابیں عربی زبان میں تھیں، فارسی میں اسوقت تک ترجمے کے سوا کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی گئی تھی، غالباً سب سے پہلی کتاب جو تاریخ ایران پر لکھی گئی وہ ابو علی محمد بن احمد البلخی کی تصنیف تھی جس کا نام اُس نے شاہنامہ رکھا تھا، اسی بنا پر کشف الظنون میں اُسکو شاہنامۂ قدیم لکھا ہے:

ابو ریحان بیرونی نے آثار الباقیہ[لے] میں لکھا ہے کہ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کا سرمایہ کتب مندرجۂ ذیل سے فراہم کیا - سیر الملوک عبد اللہ - بن المقفع - سیر الملوک محمد بن جہم البرمکی - سیر الملوک ہشام بن القاسم - سیر الملوک بہرام شاہ بن مروان شاہ سیر الملوک بہرام اصفہانی - تصانیف بہرام مجوسی -

غرض جب دقیقی نے شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو تاریخ عجم کا بہت بڑا ذخیرہ عربی و فارسی میں تیار ہو چکا تھا - دقیقی نے سامانیوں کی فرمائش سے یہ کام شروع کیا تھا، سامانیوں کا کتب خانہ اُس زمانہ میں تمام عالم میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا - شیخ بو علی سینا جب اول اول اس کتب خانہ میں داخل ہوا تو اس پر حیرت چھا گئی - چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے - کہ میں نے اتنا نادر اور عظیم الشان کتب خانہ اِس سے پہلے کبھی دیکھا تھا - نہ اس کے بعد دیکھا، دقیقی کے لئے یہ تمام تاریخی ذخیرہ مہیا کیا گیا ہو گا اور چونکہ سلطان محمود غزنوی، سامانیوں ہی کا دست پرور اور اُن کو مٹا کر اُنکا جانشین بنا تھا - اِس لئے ہر طرح قرین قیاس ہے کہ وہ سب سامان محمود کو ہاتھ آیا ہو گا - اور فردوسی کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع یاد ہو گا - یہ محض قیاس نہیں بلکہ مورخین کی تصریح سے اِس کی تائید ہوتی ہے کشف الظنون میں ہے

تاریخ الفرس لبعض قدماء اہل فارس وقد کان معظما عند العجم لما فیہ

تاریخ ایران بعض قدمائے ایران کی تصنیف ہے عجمی اس کتاب کی اسلیئے بہت عزت کرتے تھے کہ اسمیں اُنکے آباو اجداد اور سلاطین کے حالات تھے اور یہی کتاب شاہنامہ وغیرہ کا ماخذ ہے ابن المقفع نے اسکو پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا -

---

لے دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۹۹ -

غالباً یہ وہی خدائی نامہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

صاحب مجمع الفصحا لکھتے ہیں۔

"از جملہ نامہائے قدیم جاماسپ نہاد۔ کتاب اوستا کہ در ذکر خسروان ایران بودہ دیگر آئین بہمن است۔ در احوال بہمن۔ دیگر دارا ب نامہ است۔ دیگر دانش افزائے نوشیروانی کہ جامع آن بزرگ مہر حکیم بودہ، و پاستان نامہ و دانشور نامہ و خرد نامہ و حکیم ابو القاسم محمد بن منصور فردوسی آثار افعال ملوک عجم۔ را از ان نامہا بدست آوردہ"

اِن تمام قرائن اور تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فردوسی کا ماخذ زیادہ تر ایران کی وہ تاریخیں ہیں۔ جو عربی میں ترجمہ ہو گئی تھیں۔ لیکن فردوسی کا قومی غرور عرب کے احسان کو گوارا نہیں کرتا۔ فردوسی کا دعویٰ ہے۔ کہ قدیم زمانے کی ایک نہایت مبسوط تاریخ ایران کی موجود تھی۔ لیکن مرتب اور مدون نہ تھی۔ موبدوں یعنی مذہبی پیشواؤں کے پاس اُس کے مختلف اجزا تھے۔ ایک رئیس دہقان نے ہر جگہ سے بڈھے بڈھے پرانے موبد جمع کئے اور اُن پراگندہ اجزا کو زبانی روایتوں کی مدد سے ترتیب دیکر ایک مکمل کتاب تیار کرائی۔

یکے نامہ بد از گہ پاستان، فراوان بدو اندران داستان
پراگندہ در دست ہر موبدے از و بہرۂ بردہ ہر بخردے،
یکے پہلوان بود دہقان نژاد، دلیر بزرگ و خردمند و راد،
ز ہر کشورے موبدے سالخورد بیاورد و این نامہ را گرد کرد
بپرسید شان از نژاد کیان، وزان نامداران فرخ گوان
بگفتند پیشش یکایک مہان سخنہائے شاہان و گشت جہان
چو بشنید ازیشان سپہبد سخن یکے نامور نامہ افگند بُن

فردوسی کا بیان ہے کہ اسی کتاب کو دقیقی نے نظم کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن چونکہ ناتمام چھوڑ گیا میں نے اس کی تکمیل کی۔

فردوسی کے بیان کے مطابق شاہنامہ کی اصلی بنیاد اسی کتاب پر قائم کی گئی۔ لیکن جستہ جستہ داستانیں اور ذریعوں سے بھی فراہم ہوئیں۔ رستم و شغاد کا قصہ جہاں شروع کیا ہے

تمہید میں لکھا ہے کہ احمد بن سہل کے دربار میں ایک بڈھا تھا جو سام نریمان کی اولاد سے تھا۔ اس کے پاس سلاطین ایران کی تاریخ تھی۔ اور رستم کی اکثر داستانیں اسکو زبانی یاد تھیں شغاد کا قصہ میں نے اس سے لیکر نظم کیا۔

یکے پیربد نامش آزاد سرو — کہ با احمد سہل بودے بمرو
کجا نامہ خسروان داشتے — تن و پیکر پہلوان داشتے
بہ سام نریمان کشیدش نژاد — بسے داشتے رزم رستم بیاد
بگویم سخن آنچہ زو یافتم — سخن را یکایک اندر گر یافتم

فردوسی کا دعوی ہے۔ ہم کو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے کہ فردوسی نے خود تیسری جلد میں دقیقی کے اشعار کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

یکے نامہ دیدم پر از داستان، — سخنہائے آن پر منش راستان
فسانہ کہن بود و منثور بود، — طبائع ز پیوند او دور بود؛
گزشتہ برو سالیان دو ہزار — گرایدون کہ برتر نیاید شمار
گرفتم بگو بندہ برآفرین، — کہ پیوند را راہ دادا اندرین،

تیسرے شعر میں صاف تصریح ہے کہ کتاب مذکور دو ہزار برس کی تصنیف تھی یہ ظاہر ہے کہ دو ہزار برس پہلے ایران کی جو زبان تھی، وہ فردوسی کے زمانے کی زبان نہ تھی بلکہ ژندی یا اس کے قریب قریب ہوگی جو سنسکرت سے ملتی جلتی ہے اور جو پہلوی زبان سے بھی بہت مختلف ہے اس لئے یہ ثابت ہونا ضرور ہے کہ فردوسی اس زبان سے واقف تھا یا کوئی شخص ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ لیکن تذکروں اور خود فردوسی کے بیان میں اسکی کوئی شہادت موجود نہیں،

شاہنامہ کے ماخذ کے متعلق، دیباچہ میں اور جو روایتیں مذکور ہیں، واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ہم ان کو بھی نقل کرتے ہیں لیکن جہاں انمیں بد یہی غلطی ہے ہم اسکی تغلیط کر دینگے۔

ساسانیوں کو، ایران کی تاریخ کے مرتب کرنے کا ہمیشہ خیال رہا ہے انمیں سے نوشیروان کو سخت شغف تھا۔ چنانچہ تمام اطراف و دیار میں قاصد بھیجکر ہر جگہ سے تاریخی دفتر جمع کئے

یزدگرد نے اپنے زمانہ میں ان سب کو دانشور دہقان کے حوالہ کیا کہ کیومرث سے لیکر خسرو پرویز کے زمانہ تک مکمل اور مرتب تاریخ تیار کردے دانشور مذکور مداین کے رؤسا میں تھا اور نہایت صاحب حوصلہ اور فاضل شخص تھا اس نے ان تمام ذخیروں کو عمدگی سے ترتیب دیکر ایک مبسوط اور جامع تاریخ تیار کی۔

عربوں کے حملہ میں یہ کتاب حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے اس کا ترجمہ سنا اور فرمایا کہ یہ مزخرفات کا مجموعہ، دیکھنے کے قابل نہیں۔ غرض یہ کتاب لوٹ میں تقسیم ہو کر حبش پہنچی، بادشاہ حبش نے اس کا ترجمہ کرایا وہاں سے ہندوستان پہنچی، یعقوب لیث نے اپنے زمانۂ حکومت میں اسکو ہندوستان سے منگوا کر ابو منصور عبدالرزاق بن عبداللہ فرخ کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے، چنانچہ تاج بن خراسانی - ہروی - یزدان داد شاپور، سیستانی، ماہوی بن خورشید نیشاپوری، سلیمان طوسی ان سب نے مل کر سنہ ۳۶۰ھ میں اس کا ترجمہ کیا، یہی کتاب سامانیوں کو ہاتھ آئی، اور انکے حکم سے دقیقی نے اس کو نظم کرنا شروع کیا

اس روایت کا یہ حصہ کہ کتاب حبش گئی وہاں ترجمہ ہو کر پھر ہندوستان پہنچی ہندوستان سے ایران میں آئی، صریح غلط اور بیہودہ ہے، باقی واقعات صحیح ہوں تو تعجب نہیں، یعنی ایران کی کوئی قدیم تاریخ جو یزدگرد کے عہد میں تیار ہوئی تھی - یعقوب لیث کے زمانہ میں پہلوی سے فارسی میں ترجمہ کی گئی ہو۔

دیباچہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ نوشیروان کے خاندان کا ایک شخص سلطان محمود کے زمانہ میں تھا، اس کا نام خور فیروز تھا اور فارس میں سکونت رکھتا تھا۔ زمانہ کے انقلاب سے آوارہ وطن ہو کر غزنین پہنچا - یہاں آکر چرچا سنا کہ سلطان محمود تاریخ عجم کا شیفتہ و دلدادہ ہے، اس کے وطن میں یہ کتاب موجود تھی، چنانچہ وہاں سے منگوا کر سلطان کی خدمت میں پیش کی، اور مورد انعام ہوا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ جب تمام ملک میں سلطان محمود کے شوق کے چرچے پھیلے تو بادشاہ کرمان نے ایک شخص کو جس کا نام آذر برزین تھا۔ اور شاپور ذوالاکتاف کے خاندان سے تھا، اور اس وجہ سے تاریخ ایران کا بڑا سرمایہ اسکے پاس تھا اس کو سلطان

محمود کی خدمت میں بھیجا۔

شاہنامہ کی وقعت تاریخ کے لحاظ سے اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ شاعرانہ رنگ آمیز یون نے شاہنامہ کو عام نظرون میں تاریخی درجہ سے گرادیا ہے تاہم ایران کی کوئی مفصل قدیم تاریخ اس سے زیادہ صحیح نہیں مل سکتی۔

ملکم صاحب بھی تاریخ ایران میں اعتراف کرتے ہیں۔

"یہ کتاب فردوسی اگرچہ افسانہ وخیالات شاعری بسیار دارد لکن تقریبًا جمیع اخبارے کہ در تاریخ قدیم ایران و توران در ملک آسیا (ایشیا) یافت میشود دران مندرج است،،

مالکم صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ شاہنامہ کے واقعات کا یونانی مورخین کے بیان سے مقابلہ کیا ہے اور اکثر جگہ دونوں میں تطبیق دی ہے، علامہ ثعلبی نے جو سلطان محمود کا معاصر تھا ایران کی قدیم تاریخ پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اس نے بھی جابجا شاہنامہ کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخی حیثیت سے شاہنامہ کے متعلق مفصل بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں، البتہ اس قدر جتانا ضروری ہے کہ شاہنامہ کی بے اعتباری کی بڑی وجہ جو آجکل خیال کی جاتی ہے وہ اس کے دور از کار افسانے ہیں۔ مثلاً دیو سفید۔ مار ضحاک۔ جام کیخسرو وغیرہ وغیرہ لیکن اوّل تو چند واقعات کی بنا پر تمام کتاب کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ ہیروڈوٹس گو تمام یورپ تاریخ کا آدم مانا جاتا ہے لیکن اس کی تاریخ میں ہزارون واقعات فرضی اور وہمی ہیں اور خود یورپ کو اس کا اعتراف ہے دوسرے ایرانیون کی قدیم تاریخ میں واقعات اسی طرح مذکور تھے۔ اس لئے فردوسی کا فرض بھی فرض تھا کہ اُن واقعات کو بعینہ نقل کر دے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ تمام افسانے گو بالکل بے سروپا اور خلاف عقل ہیں لیکن چونکہ ایران کی تاریخ میں یہ تواتر بیان ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس لئے ہمارا صرف اسقدر فرض ہے کہ جون کا تون اُن کو نقل کر دیا جائے علامہ موصوف کے یہ الفاظ ہیں (ذکر قصہ زال و سیمرغ)

داناا بر عن عمدہ ھذہ الحکایۃ ولولا شہر تھا بکل مکان وفی زمان وعلی کل لسان وجریھا یجری مایستطاب ویلی بہ الملوک عند الارق لما کتبتھا وقد کانت العجائب کثیرۃ فی ذلک الزمان الا دل کبلوغ عمر الواحد من اھلہ الف سنۃ وکطاعۃ

الجن والشیاطین للملوک وغیرہا مما یطول ذکرہ (جلد اول صفحہ ۰، مطبوعہ یورپ)

اسی طرح ہفت خوان رستم کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ سب لغویات ہیں۔

ابوریحان بیرونی آثار الباقیہ میں لکھتا ہے،

ولھم فی التواریخ القسم الاول و اعماد الملوک و افاعیلہم المشہورۃ عنہم ما یستنفر عن استماعۃ القلوب تمجہ الاٰذان ولا تقبلہ العقول

ایرانیوں نے پہلے زمانے کی جو تاریخ لکھی ہے اُسمیں سلاطین کی عمروں اور اُنکے کارناموں کے متعلق ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جنکو سنتے ہی دل چھٹتا ہی کان اُنکو برداشت نہیں کرسکتے۔ عقل اُن کو قبول نہیں کرتی۔

بعض یورپین مورخین کے نزدیک شاہنامہ کی بے اعتباری کی وجہ یہ ہے کہ اس کے واقعات یونانیوں کی تاریخ سے اکثر جگہ مخالف ہیں لیکن اس عقدہ کو علامہ ثعلبی نے بہت پہلے حل کردیا تھا وہ لکھتے ہیں۔کہ "ہمارے پاس ایران کی تاریخ کے متعلق دو ماخذ ہیں۔ ایرانی اور یونانی ہم جانتے ہیں کہ دونوں میں اختلاف ہے۔لیکن یہ مسلم مسئلہ ہے کہ گھر کا حال گھر والا خوب جانتا ہے۔ اس لئے ہم نے یونانیوں کے مقابلہ میں ایرانیوں کا زیادہ اعتبار کیا"

محققین یورپ کی رائے یورپ نے نہایت جدوجہد سے اسلام کے قبل کی ایرانی تصنیفات کثرت سے ڈھونڈھکر نکالیں، اور اُن میں سے اکثر کو چھاپ کر شایع کیا، چنانچہ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں ایک خاص عنوان قائم کیا ہے "پہلوی لٹریچر" اس کے ذیل میں ان تمام کتابوں کی فہرست اور اُن کے حالات لکھے ہیں۔ اُن میں بعض کتابیں اسلام سے پانچ پانچ چھ چھ سو برس پہلے کی تصنیف ہیں، ان میں سے جو کتابیں شاہان عجم کی تاریخ ہیں ان کا بیان حرف بحرف فردوسی سے مطابق ہے، انہیں میں ایک کتاب کارنامک ارتخشتر ہے جو پہلوی زبان میں ہے اور ۶۰۰ء یعنے زمانہ اسلام سے کسی قدر پہلے کی تصنیف ہے یہ کتاب اصل پہلوی زبان میں مع جرمنی ترجمہ کے شایع کی گئی، اس کی نسبت براؤن صاحب لکھتے ہیں "جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے۔اور ہماری نظر میں اس کی وقعت یہ دیکھ کر اور بڑھ جاتی ہے کہ

لہ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ یورپ۔

جن کتابوں سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار مطابقت پائی جاتی ہے" جرمن کے مشہور فاضل پروفیسر نولدکی نے شاہنامہ کے ماخذ اور اس کی تاریخی حیثیت پر ایک مستقل کتاب جرمن زبان میں لکھی ہے اس کے اقتباسات کا ترجمہ مسٹر براؤن نے انگریزی میں کیا ہے اور اپنی کتاب کی جلد اول میں شامل کیا ہے۔ ہم اس کے بعض ضروری مقامات کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

تاریخ و قدامت "اوستا میں شاہنامہ کی فصلوں کا اتنا ذکر آچکا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اوستا تصنیف ہوئی۔ تو اس زمانہ میں ان قومی فسانوں کی بڑی بڑی باتیں لوگوں کو معلوم تھیں۔ اُن کی قدامت کا صرف یہی ایک ثبوت نہیں ہے، کیونکہ نولدکی نے دکھلادیا ہے کہ یونانی مصنفوں کی کتابوں میں بھی جو انھوں نے شاہانِ ایران کے بارے میں لکھی ہیں ان بہادروں کا تذکرہ موجود ہے، خاصکر ٹسی۔ ایس کی کتاب میں جو پانسو برس قبل حضرت مسیح، ارٹا بزرک۔ سیزنی من کا طبیب دربار تھا۔ اور اس نے اپنی کتاب ایرانی تصانیف کی مدد سے لکھی ہے، یہ واقعات بار بار بیان ہوئے ہیں بلکہ کبھی ایک خاندان سے منسوب ہوئے ہیں، کبھی دوسرے سے، مثلاً سائرس ایکی مین کے پہلے بادشاہ کو جو واقعات میڈیا والوں سے لڑنے میں پیش آئے وہ اردشیر ساسانی اور اس کی پارتھیونکی جنگ کے حالات سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اسی طرح عقاب سیمرغ اور ہما شاہ پسند پرند نکاوے کی کی بیزال اور اردشیر کا محافظ ہونا، اسی طرح پر نو دبر کیانی اور پیروز ساسانی کو نورانی۔ دشمنوں سے قارن کے خاندان کے دو شخصوں کا بچانا اور اسی قبیل سے دارا اور پیروز کی ملتی جلتی سرگذشتیں ہیں جو قابل غور ہیں۔

بائت کا رند ربران زریادریس۔ برادر ہس ٹاس پیس اور شہزادی اوڈانس کا قصہ،

---

a1 Ctesias. a2 Artaxerxex a3 mreman

a4 Cyrus a5 Achaemenian a6 medes

a7 Parthians a8 Achaememes a9 Zapiatres

a10 Hystaspes. a11 odetes.

ہم تک اے تھی نیس[۱] سے پہنچا ہے یہ قصہ اُس نے سکندر کی اس تاریخ سے لکھا ہے جو اُس کے دیوان چارس[۲] نے تصنیف کی تھی۔ یہی داستان سب میں پرانی پہلوی کتاب یات[۳] زریران[۴] میں بیان ہوئی ہے جو پانچسو برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لکھی گئی تھی، یہ چھوٹی مگر ضروری کتاب سب میں قدیم فارسی کتاب ہے۔ جسمیں بہادری کے قصے درج ہیں، گو اُسمیں ایک ہی قصہ ہے مگر اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کل کہانیوں پر عبور ہے، اسی کتاب کو شاہنامہ گشتاسپ یا پہلوی شاہنامہ کہتے ہیں۔

نولدکی کہتا ہے کہ "اگر ہم کو سراسر دھوکا نہوا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قصے میں وہ روح موجود ہے جس کا وجود کئی اور قوموں کے بہادری کے قصوں میں موجود ہے خلاصہ حال سب کو معلوم ہے، اس کے خاص خاص حصوں کو کوشش کرکے زینت دی گئی ہے، اور اُس ڈھانچ میں تھوڑی سی کمی بیشی اور ترتیب سے کم و بیش ایک مسلسل اور پوری داستان تیار ہو سکتی ہے اس قصے کے ضروری اجزا عربی کے اس مختصر ترجمہ میں جو طبری نے کیا ہے اور جو شاہنامہ کے بیان سے بالکل مطابق ہے، بعض جگہ تو لفظ بہ لفظ وہی ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اُسی عام قدیمی روایت سے لیا گیا ہے جو شاہنامہ کا ماخذ ہے"

اس نئی ترتیب سے جس کی طرف نولدکی نے اشارہ کیا ہے وہ اضافہ اور اصلاح مراد ہے جس سے مختلف حصے ایک دوسرے کا پیوند ہو کر ایک دلکش داستان بن جائیں اور کمی سے یہ غرض ہے کہ وہ باتیں اور الفاظ جو مسلمانان کو ناگوار ہیں نہ آنے پائیں جیسا فردوسی اور اوروں نے کیا ہے،

شاہنامہ کے ساسانی حصہ کے متعلق ہمارے پاس ایک پہلوی کتاب کارنامک ارتخشتر پاپکان اصل پہلوی اور جرمن میں موجود ہے جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے اور ہماری نظر میں اُسکی وقعت یہ دیکھکر اور بڑھ جاتی ہے کہ جن کتابوں سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار

---

[۱] Achenaeas [۲] Charas [۳] Yatkar [۴] Zariran.

مطابقت پائی جاتی ہے۔ کارنامک غالباً سنہ ۶۰۰ء میں تصنیف ہوئی اور اگاتھی اس کا جو سنہ ۵۸۰ء میں تھا شاہان ایران کی تاریخون کا ساسان پاپک اور اردشیر کے حالات میں حوالہ دینا اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ شاہنامہ کے مختلف قصے اس زمانہ کی پہلوی کتابون میں پائے جاتے تھے

فردوسی کے شاہنامہ پر جو دیباچہ تیمور کے پوتے بایسنغر کے حکم سے سنہ ۱۴۲۵ء میں لکھکر لگایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہقان دانشور کا پورا صحیح نسخہ اس ساری داستان کا کیومرث سے لیکر خسرو پرویز یعنی سنہ ۶۲۸ء تک کا یزدجرد ثانی آخری ساسانی فرمانروا کے عہد میں تیار ہو چکا تھا۔ اس پر نولدکی لکھتا ہے کہ یہ ”کتاب خواہ کیسی ہی کیون نہو مگر عرب مورخون کے ترجمان کا، فردوسی سے خسرو پرویز کی وفات تک مطابق ہونا اور معبد کو مختلف، اس بارۂ خاص میں اس کی صداقت کا ثبوت ہے اور اُس کی انتہا درجہ کی ہمدردانہ کوشش اور حق پسندی سے پایا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی سرپرستی اور نگرانی میں تصنیف ہوئی تھی،

اس پہلوی خدائی نامہ کا جس کا حمزہ اور مصنف فہرست وغیرہ اور دیگر عرب مورخون نے ذکر کیا ہے، ابن المقفع نے آٹھوین صدی عیسوی کے وسط میں عربی میں ترجمہ کیا اور اس ذریعہ سے تمام عربی دانون کو اس کا حال معلوم ہو گیا مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ ترجمہ ضائع ہو گیا۔ اسی طرح وہ فارسی نثر کا ترجمہ جو سنہ ۹۵۷ء میں ابو المنصور المعمری کے حکم سے ہوا تھا اور ہرات، سیستان، شاہ پور اور طوس کے چار پارسیون نے، ابو منصور ابن عبد الرزاق حاکم طوس کے لئے کیا تھا، جیسا کہ البیرونی اور نولدکی نے لکھا ہے اسی کی بنا پر دقیقی نے ایک شاہنامہ نوح ابن منصور سامانی بادشاہ کے لئے جو سنہ ۹۷۶–۹۹۷ء تک رہا۔ فارسی نظم میں لکھنا شروع کیا تھا۔ مگر سلطنت گشتاسپ اور زردشت کی آمد کے متعلق چند ہی ہزار شعر لکھنے پایا تھا کہ اُسے ایک ترکی غلام نے مار ڈالا۔ یہ فردوسی ہی کا حصہ تھا کہ چند سال بعد اس نے اس قومی فسانے کو جو دقیقی نے شروع کیا تھا۔ ساٹھ ہزار اشعار میں جسمیں دقیقی کے اشعار بھی شامل ہیں تکمیل کو پہنچایا۔ اتنا کہنا یہان اور ضروری ہے کہ شاہنامہ قوم کا پورا پورا افسانہ ہے۔

داستان اردشیر اس داستان کی جتنی کہانیان شاہنامہ اور کارنامک پہلوی میں پائی جاتی ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) ساسان جو بہمن دراز دست کی پانچویں پشت میں تھا۔ پاپک شاہ فارس کے ہاں، مویشی چرانے پر نوکر ہے، پاپک خواب دیکھتا ہے کہ ساسان نسل شاہی سے ہے اُس سے بلطف و خوشی پیش آتا ہے، اپنی بیٹی کی اُس سے شادی کرتا ہے اور اردشیر اُس کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔

(۲) پاپک اردشیر کو متبنےٰ کرتا ہے۔ اُس کے جوان ہونے پر اُس کی دلاوری، عقلمندی اور شاہانہ خوبیوں کا تذکرہ اردوان (آخری بادشاہ آشکانی) تک پہنچتا ہے وہ اردشیر کو طلب کرتا ہے، خاطر و مدارات سے پیش آتا ہے، ایک روز اردوان کے بیٹے کے ساتھ شکار کو جاتا ہے، اور وہ اردشیر کے مارے ہوئے شکار کو اپنا بتلاتا ہے، اس پر بگڑ کر میر آخور اصطبل شاہی مقرر ہوتا ہے،

(۳) اردوان کی ایک معتمد ہوشیار اور نازنین پرستار اردشیر پر ترس کھاتی ہے اور دو تیز رفتار گھوڑے مہیا کر کے اُس کے ساتھ فارس کو بھاگ جاتی ہے، اردوان تعاقب کرتا ہے۔ مگر یہ سُنکر کہ شوکت خسروی ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں اردشیر تک پہنچ گئی ہے واپس آتا ہے

(۴) اردشیر آشکانیوں وغیرہ سے لڑتا ہے اردوان اور اُس کے بیٹے کو شکست دیتا ہے اور خود کردوں سے زک اُٹھاتا ہے۔

(۵) داستان ہفتان بوخت (ہفتواد) اور کرم کرمانی مع جنگ متھرک (مسرک)

(۶) اردوان اپنی بیٹی (زوجہ اردشیر) کو موت کا حکم سناتا ہے۔ ایک موبد جس کا نام ابرسام ہے اُس کی جان بچاتا ہے۔ اسی کے پیٹ سے شاپور پیدا ہوتا ہے۔ اور باپ اُس بچہ کو لیجاتا ہے

(۷) اردشیر ہندوستان کے حاکم کید یا کیت سے یہ سُنکر کہ ایران کی بادشاہت اس کے یا اُس کے دشمن متھرک کے گھرانے میں جائے گی، متھرک کا استیصال کرتا ہے اُس کی ایک لڑکی قتل عام سے بچکر کسانوں میں پرورش پاتی ہے، شاپور اُسے دیکھکر اُس پر عاشق ہوتا ہے اپنی شادی اور اپنے بیٹے ہرمزد کی پیدائش کو اپنے باپ اردشیر سے چھپاتا ہے، اور ہرمزد کو سات برس کی عمر میں چوگان کے میدان کی بہادری دیکھکر اردشیر پہچان لیتا ہے،

ہر متنفس جس نے کارنامک اور شاہنامہ کا یہ حصہ ساتھ ساتھ پڑھا ہے اس بات کا

اقرار کریگا کہ شاہنامہ پورا چربہ کارنامک کا ہے اس لئے کہ جزئیات میں بھی اختلاف نہیں ہے ہمارے اِس خیال کو کہ فردوسی نے جن قدیم کتابوں سے شاہنامہ لکھا ہے، اُن سے الگ نہیں گیا، پہلوی کے قصہ زریر اور شاہنامہ کے مقابلہ سے اور بھی تقویت ہو جاتی ہے، یہ امر اتفاقی ہے کہ ان حصوں کا ہم اصل کتابوں سے مقابلہ کر سکے مگر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اور مقامات پر بھی جہاں ہم کو جانچ پڑتال کے ذریعے حاصل نہیں ہیں وہاں بھی فردوسی نے ادنیٰ بات بھی قدیم ماخذوں کے خلاف نہیں لکھی ہوگی۔ یہاں ہم داستان اردشیر کی دونوں روایتوں میں سے صرف دو ایک باتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ اوّل ہم اس کی پیدائش کا ذکر کرتے ہیں۔

کارنامک

سکندر رومی کی وفات پر ایران میں ۲۴۰ مختلف گروہوں کے لوگ حکمران تھے اردوان ان سب میں سربرآوردہ تھا۔ اور اصفہان، فارس، اور قرب وجوار کے حصہ پر قابض تھا، پاپک محافظ سرحد اور اردوان کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔ اور اصطخر[۱] میں رہتا تھا، اِس کے کوئی بیٹا نہ تھا جس سے اِس کا نام چلتا۔ ساسان پاپک کا گوالا تھا اور ہمیشہ اپنے گلوں میں رہتا تھا، مگر وہ دارا ابن دارا کی اولاد میں تھا اور سکندر کے بُرے زمانہ میں وہ بھاگ کر گڈریوں میں جا ملا تھا پاپک کو یہ بات معلوم نہ تھی، ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ ساسان کے سر سے سورج نکلا ہے اور اُس نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ دوسری رات دیکھا کہ ساسان ایک سپید ہاتھی پر جس پر قیمتی جھول پڑی ہوئی ہے۔ سوار جا رہا ہے اور تمام ملک کشور کے لوگ اُس کے اردگرد ہیں اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اور دعائیں دیتے ہیں، تیسری رات اس نے دیکھا کہ آتش فروبہ گشسپ اور متھر، ساسان کے گھر پر روشن ہے اور ساری دنیا میں اُجالا پھیلا ہوا ہے، ان خوابوں سے گھبرا کر اس نے تعبیر دینیوالوں اور دانشمندوں کو بُلایا۔ اور اُن سے تینوں خواب بیان کئے معبروں نے کہا کہ یا تو وہ شخص جسکو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یا اُسکی اولاد میں سے کوئی شخص تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ کیونکہ،

[۱] شاہنامہ میں اسطرح لکھا ہوا ہے ۱۲

سورج اور قیمتی جھول والا ہاتھی۔ زور، طاقت اور فتح کی علامتیں ہیں آتش فروبہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذہب سے خوب واقف ہیں۔ اور اپنے ہمسروں میں ممتاز ہیں۔ آتش گشسپ سے جنگجو اور جرگوں کے سردار اور آتش برزین مہر سے دہقان کے کاشتکار مراد ہیں، بس بادشاہت اُسے یا اُسکی اولاد کو ملیگی،، پاپک نے یہ تقریر سُن کر سب کو رخصت کیا اور ساسان کو بلا کر اُس سے پوچھا،، تم کس خاندان اور نسل سے ہو، تمہارے بزرگوں اور پرکھوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے،، ؟

ساسان نے کہا کہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں، پاپک نے اجازت دی، ساسان نے اپنا راز افشا کر دیا، اور سارا حال تبلا دیا، پاپک یہ سُن کر خوش ہوا اور کہا کہ میں تمہاری حالت بہتر کردونگا اور اس کے حکم دیتے ہی پورا لباس شاہی آیا اور ساسان کو عطا ہوا جب ساسان نے کہا کہ پہنو اُس نے پہن لیا، وہ پاپک کے حکم سے چند روز عمدہ غذائیں کھاتا رہا جس سے اُس کے جسم میں طاقت آگئی، پاپک نے پھر اپنی لڑکی سے اسکی شادی کردی، اور قسمت کی یاوری سے وہ حاملہ ہوگئی، اور اُس سے تخشتر پیدا ہوا۔

فروبہ۔ فروباگ یا فران باگ کی جگہ فردوسی نے خزبد لکھا ہے۔ کارنامک کی عبارت جہاں ساسان کی آمد کا ذکر ہے، بڑی روکھی پھیکی ہے، فردوسی نے اپنے زور قلم سے اُس میں جان ڈالدی ہے اور یہ منجملہ اُن مقامات کے ہے جو فردوسی نے نہایت دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔

اشعار فردوسی متعلق قصہ بابک و ساسان

چو دارا بہ رزم اندرون کشتہ شد — ہمہ دودہ را روز برگشتہ شد
پسر بد مر او را یکے شاد کام — خردمند و جنگی و ساسانش نام
ازان لشکر روم بگریخت اوی — بدام بلا در نیا میخت اوی
بہ ہندوستان در بزاری بمرد — ز ساسان یکے کودکے ماند خرد
برین ہم نشان تا چہارم پسر — ہمے نام ساسانش کردے پدر
چو کہتر پسر سوئے بابک رسید — بدشت آمد و سرشبان را بدید
بدو گفت مزدورت آید بہ کار — کہ ایدر گزارد بہ بد روزگار،
بہ پذرفت بدبخت را سرشبان — ہمی داشت بارنج روز و شبان

شبے خفتہ بُد بابک روزیاب
چنان دید روشن روانش بخواب

کہ ساسان بہ پیل ژیان بر نشست
گرفتہ یکے تیغ ہندی بہ دست

بہ دیگر شب اندر چو بابک بخفت
ہمی بود بالغزش اندیشہ جفت

چنان دید در خواب کاتش پرست
سہ آتش فروزان بہ بُردے بدست

چو آذر گشسپ و چو خرّاد و مہر
فروزان چو بہرام و ناہید و مہر

ہمہ پیش ساسان فروزان بُدے
بہر آتش عود سوزان بُدے

سر بابک از خواب بیدار شد
روان و دلش پُر زتیمار شد

کسانیکہ در خواب دانا بدند
بدان دانش اندر توانا بُدند،

بہ ایوان بابک شدند انجمن
بزرگان فرزانہ و رایزن

چو بابک سخن برکشاد از نہفت،
ہمہ خواب یکسر بدیشان بگفت

پُر اندیشہ شد زان سخن رہنماے
نہادہ بدو گوش پاسخ سراے

سرانجام گفت اے سرافراز شاہ
بہ تاویل این کرد باید نگاہ،

کسے را کہ دیدی تو زینسان بخواب
بہ شاہی برآرد سر از آفتاب،

گر ایدون کہ این خواب از و بگذرد
پسر باشدش کز جہان برخورد

چو بابک شنید این سخن گشت شاد
بر اندازہ شان یک بیک ہدیہ داد

بفرمود تا سر شبان از رمہ
بر بابک آمد بہ روز دمہ

بیامد دمان پیش او با گلیم
پُر از برف پشمین و دل پر زبیم

بپرداخت بابک ز بیگانہ جائے
پدر شد پرستندہ و رہنماے

ز ساسان بپرسید و بنواختش
بر خویش، نزدیک بنشاختش

بپرسیدش از گوہر و از نژاد
شبان زو بترسید و پاسخ نداد

ازان پس بدو گفت کاے شہریار
شبان را بجان گر دہی زینہار

بگویم ز گوہر ہمہ ہرچہ ہست
چو دستم بہ پیمان بگیری بہ دست

چو بشنید بابک زبان برکشاد
ز بردان نیکی دہش کرد یاد

به بابک چنین گفت ازان پس جوان | که من پور ساسانم اے پہلوان
چو بشنید بابک فرو ریخت آب | ازان چشم روشن که او دید خواب
بیاورد پس جامهٔ پہلوے | یکے اسپ بر آلتِ خسروے
یکے کاخ پُر مایه او ر ابساخت | ازان سرشبانی سرش بر نواخت
بدو داد پس دخترِ خویشتن را | پسندیدهٔ و افسرِ خویش را

کارنامک پہلوی اور شاہنامہ کے بیان میں بہت خفیف فرق ہے۔ جو عموماً تاریخی واقعات میں ہوتا ہے،

مسٹر براؤن نے اور بھی چند داستانیں کارنامک اور شاہنامہ کی مطابقت دکھانے کیلیے درج کی ہیں، لیکن ہم نے طول کے لحاظ سے قلم انداز کیا۔

فردوسی کی وقعت شاعری کی حیثیت سے

عام اتفاق ہے کہ ایران میں اس درجہ کا کوئی شاعر آجتک نہیں پیدا ہوا۔ انوری اُن شعرا میں ہے جن کو لوگوں نے فردوسی کا ہمسر قرار دیا ہے چنانچہ مشہور ہے،

در شعر سه تن پیمبر انند | ہر چند که لا نبی بعدی،
ابیات و قصیدهٔ و غزل را | فردوسی و انوری و سعدی

لیکن خود انوری کہتا ہے که فردوسی ہمارا خداوند ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں۔

آفرین بر روان فردوسی، | آن ہمایوں نژاد فرخنده
آن نه اُستاد بود و ما شاگرد | آن خداوند بود و ما بنده

نظامی کہتے ہیں۔

سخن گوے پیشینه دانای طوس | که آراست زلفِ سخن چون عروس

علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر کے خاتمہ میں لکھا ہے، کہ "عربی زبان باوجود اس وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب پیش نہیں کرسکتی، اور در حقیقت یہ کتاب عجم کا قرآن ہے"

یورپ کے فضلا بھی جو زبان فارسی سے واقف ہیں عموماً فردوسی کی کمال شاعری کے معترف ہیں۔ سر گور اُوسلی نے تذکرۃ الشعراء میں فردوسی کو ہومر سے تشبیہ دی ہے اگرچہ ساتھ ہی یہ ناتوان بینی بھی ظاہر کی ہے۔ کہ "وہ اگرچہ در اصل ہومر کا ہمسر نہیں ہوسکتا، لیکن ایشیا میں اگر کوئی ہومر ہوسکتا ہے تو وہی ہے"

لیکن تعجب اور سخت تعجب ہے، کہ مسٹر براؤن جو آجکل فارسی دانان یورپ میں سب سے ممتاز ہیں۔ فردوسی کے کمال شاعری کے منکر ہیں۔ وہ اپنی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں لکھتے ہیں۔ کہ، فردوسی کے بعد جو شعراء پیدا ہوئے وہ شاعرانہ خیالات اور شوکت الفاظ دونوں حیثیت سے فردوسی سے بالاتر ہیں۔ شاہنامہ سبعہ معلقہ کی بھی برابری نہیں کرسکتا۔ صاحب موصوف کو اسپر حیرت ہے کہ شاہنامہ تمام اسلامی دُنیا میں اس قدر کیوں مشہور عام ہوگیا۔ پھر خود اُس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شاہنامہ میں مسلمانوں کے اسلاف کی فخریہ داستانیں ہیں۔ اس لیے حبّ قوم نے اس کا سکہ جما دیا"

ہم ان سب باتوں کے جواب میں صرف یہ کہتے ہیں۔

حریفِ کاوشِ مژگان خون ریزش نہ زاہد ۔۔۔ بدست آور رگ جانی ونشتر را تماشا کن

اب ہم شاہنامہ کے اوصاف کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ جہاں جہاں گیا ملک کی زبان سرے سے بدل دی یا اسقدر اسکو مغلوب کرلیا کہ وہ مستقل اور آزاد زبان نہیں رہی اسلام سے پہلے مصر و شام میں قبطی اور سُریانی بولی جاتی تھی، اسلام کے ساتھ تمام ملک کی زبان عربی ہوگئی۔ یہانتک کہ آج عیسائی یہودی وغیرہ بھی عربی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں بول سکتے، ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ میں ترک گئے تو ملکی زبان ترکی ہوگئی، کابل اور قندھار کی اصلی زبان پشتو ہے لیکن خواص فارسی بولتے ہیں جو اسلامی حکمرانوں کی زبان تھی۔ ایران اور ہندوستان سخت جان تھے جہاں ملک کی اصلی زبان قائم رہی لیکن عربی الفاظ اس کثرت سے داخل ہوگئے کہ اُن کی آمیزش کے بغیر فارسی یا اُردو لکھنا چاہیں۔ تو لزوم مالایلزم کی محنت اُٹھانی پڑتی ہے،

ایران میں ابتدا ہی سے عربی نہایت شدت سے مخلوط ہوگئی تھی، عباس مروزی نے

مامون الرشید کی مدح میں جو قصیدہ لکھا۔ اُس کے چار شعر آج موجود ہیں جنمیں نصف سے زیادہ عربی الفاظ ہیں۔ رودکی اور ابو شکور بلخی وغیرہ کا کلام عربی الفاظ سے بھرا پڑا ہے، سلطان محمود کے زمانہ میں ایک فاضل نے شاہنامہ کے جواب میں عمرنامہ ایک کتاب نثر میں لکھی تھی، وہ ہماری نظر سے گذری ہے اُس کا بھی یہی حال ہے اُسی زمانہ میں شیخ بوعلی سینا نے حکمت علائیہ فارسی زبان میں لکھی اور قصد کیا کہ خالص فارسی میں لکھی جائے۔ لیکن عہدہ برآ نہو سکا۔ فردوسی کی قدرت زبان دیکھو کہ ساٹھ ہزار شعر لکھکر ڈالدیئے۔ اور عربی الفاظ اسقدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں، اگرچہ اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے، لیکن کل ہزار شعر اور صرف چند معمولی واقعات ہیں۔ بخلاف اسکے فردوسی نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑوں گوناگون مطالب ادا کیئے، اور زبان کے خالص ہونے میں فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال، خال آئے ہیں۔ اکثر وہ ہیں جو خاص مصطلح الفاظ ہیں۔ مثلاً دین۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ سلاح۔ عنان وغیرہ وغیرہ، یہ الفاظ اس طرح اس زبان میں شائع تھے جسطرح آج کل اُردو میں جج۔ کلکٹر۔ ٹکٹ۔ اسٹیشن وغیرہ ہیں کہ اُن کے بجائے اگر کوئی شخص اور الفاظ استعمال کرے تو ناموزون معلوم ہوں گے۔

حیرت وہاں ہوتی ہے جہاں فلسفیانہ اصطلاحیں آتی ہیں اور وہ اس بے تکلفی سے سادی فارسی میں اُن کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرہ کی باتیں ہیں۔ بوعلی سینا نے بھی حکمت علائیہ میں یہ کوشش کی۔ لیکن اس کا نمونہ دیکھو، ابطال غیر متناہی کے استدلال میں لکھتا ہے،

"پیشی و پسی بالطبع است چنانکہ اندر شمار است یا بہ عرض چنانکہ اندر اندازہ است کہ از ہر کدام سو کہ خواہی آغاز کنی و ہر چہ اندر وے پیشی و پسی است بالطبع باوے مقداری است کہ اورا ہرہ ہا بہر جا کہ بودند ہمہ بیک جائے حاصل و موجود بود وے متناہی است"

غور کرو اس کوشش کے ساتھ کس قدر عربی الفاظ اب بھی باقی رہ گئے اور جن عربی الفاظ کا فارسی میں ترجمہ کیا وہ اس قدر نامانوس اور بیگانہ ہیں کہ عبارت معما ہو کر رہ گئی۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں میں جب تقدم و تاخر ہوتا ہے تو دو طریقہ سے ہوتا ہے بلاواسطہ جس طرح ایک عدد، دو پر مقدم ہے، یا بواسطہ جس طرح مسافت میں آگا پیچھا ہوتا ہے کہ گو ایک حصہ کو مقدم اور دوسرے حصہ کو موخر کہتے ہیں۔ لیکن جہاں سے چاہیں مسافت کو شروع

کر سکتے ہیں، اب قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی چیز میں بالطبع تقدم و تاخر ہوگا، ضروری ہے کہ اسمیں مقدار ہو اور مقدار کے تمام اجزا مرتب ہوں، یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی چیز متناہی ہو،

غور کرو بو علی سینا کی عبارت سے کیا کوئی شخص یہ سمجھ سکتا ہے؟

فردوسی نے آغاز کتاب میں مخلوقات کی پیدایش کی ابتدا، عناصر کا وجود، اور اُن کی ترتیب اور انقلابات لکھے ہیں۔

از آغاز باید کہ دانی درست
سرمایۂ گوہراں از نخست
کہ یزدان زناچیز چیز آفرید
بدان تا توانائی آمد پدید،
وزو مایۂ گوہر آمد چہار، ،
برآوردہ بے رنج و بے روزگار
نخستین کہ آتش ز جنبش دمید
زگرمیش پس خشکی آمد پدید
وزان پس ز آرام سردی نمود
ز سردی ہمان باز ترسی فزود
چو این چار گوہر بجائے آمدند
ز بہر سپنجی سرائے آمدند
گیا رُست، باچند گونہ درخت
بزیر اندر آمد سران شان بخت
ببالد ندارد جزین نیرو سے،
نپوید چو پویندگان ہر سوئے
نگہ کن برین گنبد تیز گرد،
کہ درمان ازوی ست وزوی ست درد
نہ گشت (گردش) زمانہ بفرسایدش
نہ این رنج و تیمار بگزایدش
نہ از گردش آرام گیرد ہمی
نہ چون ما تباہی پذیرد ہمی

یونانیوں کے نزدیک آفرینش کی ابتدا اور اس کی تاریخ یہ ہے کہ خدا نے مادہ پیدا کیا، مادہ سے عناصر پیدا ہوئے۔ حرکت سے آگ پیدا ہوئی، آگ کی گرمی نے یبوست پیدا کی جس سے خاک کا وجود ہوا، پھر سکون کی وجہ سے رطوبت پیدا ہوئی۔ رطوبت نے پانی پیدا کیا، اس طرح چار عنصر پیدا ہوئے، پھر نباتات کا وجود ہوا، جنمیں صرف نمو کی قوت ہے، متحرک بالارادہ نہیں۔

آسمان کی نسبت یونانیو ن کا خیال تھا کہ وہ ابدی ہیں، اور امتداد زمانہ سے اُنمیں تغیر اور زوال نہیں ہو سکتا، فردوسی نے اِن مسائل کو ایسے سادہ اور صاف الفاظ میں ادا کیا ہے، کہ معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ ان میں فلسفیانہ،

اصطلاحیں ہیں، لیکن درحقیقت سب فلسفہ کے خاص الفاظ ہیں، اُنکے مقابل کے عربی الفاظ دیکھو

سرمایہ	مادّہ	توانائی	وجود
گوہر	عنصر	جنبش	حرکت
آرام	سکون	پوئیدہ	متحرک بالارادہ
گشت	دوران	فرسودن	تغیّر
تباہی	فنا		

اس طرح اور بہت سے الفاظ ہیں۔ ہم نے صرف نمونہ دکھایا ہے،

۲۔ ایشیائی تاریخوں کے متعلق عام شکایت ہے کہ ان میں بجز جنگ و خونریزی کے اور کچھ نہیں ہوتا یعنی وہ حالات بالکل نہیں ہوتے ہیں جن سے اُس زمانہ کے ملکی معاملات اور قوم کی تہذیب و معاشرت کا حال کُھل سکے یہ شکایت بہت کچھ صحیح ہے، لیکن شاہنامہ اس سے مستثنیٰ ہے، شاہنامہ اگرچہ بظاہر صرف رزمیہ نظم معلوم ہوتی ہے، لیکن عام واقعات کے بیان میں اِس تفصیل سے ہر قسم کے حالات آتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہے تو صرف شاہنامہ کی مدد سے اُس زمانہ کی تہذیب و تمدن کا پورا پتہ لگا سکتا ہے، بادشاہ کیونکر دربار کرتا تھا، امرا کس ترتیب سے کھڑے ہوتے تھے، عرض معروض کرنے کے کیا آداب تھے، انعام و اکرام کا طریقہ کیا تھا، بادشاہ اور امراء کا درباری لباس کیا ہوتا تھا؟ فرامین اور توقیعات کیونکر اور کس چیز پر لکھے جاتے تھے، نامہ و پیام کا کیا انداز تھا، مجرموں کو کیونکر سزائیں دی جاتی تھیں، بادشاہی احکام پر کیونکر نگنہ چینی کیجاتی تھی وغیرہ وغیرہ،

۲۰ دوسری خصوصیت

شادیوں کے کیا مراسم تھے، جہیز میں کیا دیا جاتا تھا، عروسی کی کیا کیا رسمیں تھیں، دولہا اور دُلہن کا کیا لباس ہوتا تھا، پیش خدمت، غلام، اور لونڈیوں کی وضع اور انداز کیا تھا،

خط کتابت کا..... کیا طریقہ تھا، کس چیز سے ابتدا کرتے تھے، خاتمہ کی کیا عبارت ہوتی تھی، خطوط کس چیز پر لکھے جاتے تھے، اُن کو کیونکر بند کرتے تھے، کس چیز کی مُہر لگاتے تھے مالگزاری کے ادا کرنے کا کیا دستور تھا، زمینوں کی کیا تقسیم تھی، مالگذاری کی مختلف شرحیں کیا تھیں ٹیکس کیا کیا تھے، کون کون لوگ ٹیکس سے معاف ہوتے تھے۔

یہ تمام باتیں شاہنامہ سے بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں، نمونہ کے طور پر ہم چند مثالیں نقل کرتے ہیں
(۱) بیژن کی مہم میں کیخسرو نے رستم کو زابل سے بلایا ہے اور اس کے لئے باغ میں دربار کیا ہے، دربار میں تخت زریں بچھایا گیا ہے، اس پر ایک مصنوعی درخت نصب ہے، جسکا سایہ بادشاہ پر پڑتا ہے، درخت چاندی کا ہے، یاقوت کی شاخیں ہیں، موتیوں کے خوشے دانے ہیں، زریں ترنج اور سیب پھلے ہوئے ہیں، جو مجوف ہیں اور ان کے اندر مشک کا برادہ ہے ہوا جب چلتی ہے تو مشک جھڑتی ہے اسی کے قریب قریب وہ فرش تھا جو حضرت عمر کے زمانہ میں ایران کی فتح میں آیا تھا، ان تمام باتوں کو فردوسی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے:

در باغ بگشاده سالار بار — نشستگہے ساخت بس شاہوار
بفرمود تا تاج زریں و تخت — نہادند زیر گل افشاں درخت
درختے زدند از بر گاہ شاہ — کجا سایہ گستر و بر تاج و گاہ
تنش سیم و شاخش ز یاقوت زر — بروگونہ گون خوشہ ہائے گہر
عقیق و زبرجد ہمہ برگ و بار — فروہشتہ از شاخ چوں گوشوار
ہمہ بار زریں ترنج و بہی — میان ترنج و بہی بد تہی
بدو اندروں مشک سودہ بمے — ہمہ پیکرش سفتہ بر سان نے
کرا شاہ برگاہ بنشاندے — براو باد ازاں مشک بفشاندے
بیامد نشست او بہ زرینہ تخت — بسر برش ریزندہ مشک از درخت
ہمہ مے گساران بہ پیش اندرا — ہمہ بر سراں افسر از گوہرا
ہمہ طوق بر سینہ و گوشوار — بہ بر بر ہمہ جامۂ زر نگار،

(۲) افراسیاب نے جب اپنی بیٹی فرنگیس کی شادی سیاوش سے کی ہے اور فرنگیس، سیاوش کے گھر آئی ہے تو اس کی مہمانی اور عروسی کے ساز و سامان کو اس طرح بیان کیا ہے

بہ گنج اندرچہ بد اندرون نامدار — گزیدند ز ربفت چینی ہزار،
زبرجد طبقہا و فیروزہ جام، — پر از نافۂ مشک و پر عود خام
دو افسر پر از گوہر و گوشوار — دو یارہ، یکی طوق و دو گوشوار

ز گستردنیہا شتر وار شصت — ز زربفت پوشیدنیہا سہ دست
یکے تخت زرین و کرسی چہار — سہ نعلین زرین زبرجد نگار
پرستندہ سی صد بہ زرین کلاہ — ز خویشان نزدیک صد نیک خواہ
پرستار با جام زرین دو بیست — تو گفتی بہ ایوان درون جای نیست
ہمی صد طبق مشک صد زعفران — ہمی رفت گلشہر با خواہران،

اسفندیار کا تابوت رستم نے روانہ کیا تھا، تابوت کے مراسم دیکھو،

یکے نغز تابوت کرد آہنین — بگسترد فرشے ز دیبائے چین،
در اندود یک روے آہن بہ قیر — پراگندہ بر قیر و مشک و عبیر،
وزان پس کہ پوشید روشن برش — ز پیروزہ بر سر بہاد افسرش
چہل اشتر آورد رستم گزین — ز بالا فروہشتہ دیبائے چین
یکے اشترے زیر تابوت شاہ — چپ و راست اشتر پس اندر سپاہ
پشوتن ہمی رفت پیش سپاہ — بریدہ فش و دم اسپ سیاہ
بر و بر نہادہ نگونسار زین، — ز زین اندر آویختہ گرز کین،
ہمان نامور خود و خفتان اوے — ہمان ترکش و مغفر جنگجوے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں کسی امیر کا جنازہ نکلتا تھا تو لوہے کے تابوت میں رکھ کر لیجاتے تھے، تابوت کے ایک رُخ کو سیاہ زنگ سے رنگ دیتے تھے، پھر اُس پر مشک وعنبر چھڑکتے تھے، میت کو کپڑے پہناتے تھے، اور سر پر تاج رکھتے تھے تابوت کو اونٹ پر محمل میں رکھتے تھے؛ اور اُس کے دائین بائین اور بہت سے اونٹ ساتھ ساتھ چلتے تھے پیچھے فوج ہوتی تھی، میت کی سواری کا گھوڑا ساتھ ہوتا تھا، اُسکی یال اور دُم کاٹ دیتے تھے، زین الٹ کر رکھتے تھے، میت کے اسلحہ جنگ زین پر لٹکتے چلتے تھے،

تیسری خصوصیت

(۳) ایشیائی شاعری کا عام قاعدہ ہے کہ کسی داستان کے بیان کرنے میں حسن وعشق کا کہیں اتفاقی موقع آجاتا ہے، تو اسقدر پھیلتے ہیں. کہ تہذیب و متانت کی حد سے کوسوں آگے نکل جاتے ہیں، نظامی اور جامی جیسے مقدس لوگ اس حمام میں آکر ننگے ہوجاتے ہیں

لیکن فردوسی باوجود اسکے کہ اس کو تقدس کا دعویٰ نہیں ایسے موقعوں پر انکھ نیچی کئے ہوئے آتا ہے اور صرف واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ایک سرسری، غلط انداز نگاہ ڈالتا ہوا گزر جاتا ہے، بیژن، اور منیژہ کی صحبت عیش کو جہاں لکھا ہے، کہتا ہے،

نشستنگہ رود و می ساختند　　　　زبیگانہ خرگہ بپرداختند،
پرستندگان ایستادہ بپائے　　　　ابا بربط و چنگ و رامش سرائے
بدیبا زمین کردہ طاؤس رنگ　　　　زدینار و دیبا چو پشت پلنگ،
چہ از مشک و عنبر چہ یاقوت و زر　　　　سراپردہ آراستہ سر بسر
مے سالخوردہ بجام بلور،،　　　　برآوردہ با بیژن گیو زور،
سہ روز سہ شب شاد بودہ بہم　　　　گرفتہ براو خواب ہستی ستم

زال اور رودابہ کے عاشقانہ اختلاط میں زیادہ پھیلاہے، پھر بھی یہ رنگ ہے،

گرفت آن زمان دست دستان بدست　　　　برفتند ہر دو بکردار مست
سوئے خانۂ زرنگار آمدند　　　　بدان مجلس شاہوار آمدند
شگفت اندران ماہ بار زال زر　　　　بدان روئے و بالاو آن موی و فر
دو رخسارہ چون لالہ اندر چمن　　　　سرجعد زلفش شکن در شکن،
ز دیدنش رودابہ می نارمید　　　　بدزدیدہ در وے ہمی بنگرید
ہمی بود بوس و کنار و نبید،　　　　مگر شیر[۱] کو گور را نشکرید،

چوتھی خصوصیت　۴- عام خیال ہے کہ فردوسی بزم اچھی نہیں لکھتا، بے شبہ یوسف زلیخا میں اس کی شاعری کا رتبہ بہت گھٹ گیا ہے، لیکن یہ اس کے رنج و غم اور دل شکستگی کا زمانہ تھا جب اس کے تمام جذبات افسردہ ہو چکے تھے، یوسف زلیخا لکھنے سے اس کا مقصد صرف مذہبی جماعت کو خوش کرنا تھا۔ جو اتنی بات پر فردوسی سے ناراض تھے کہ اسنے مجوسیوں کی مدح و ثنا میں کیوں اسقدر داد بلاغت صرف کی، لیکن شاہنامہ میں جہاں جہاں بزم کا موقع آیا ہے، شاعری کا چمن زار نظر آتا ہے،

زال رودابہ پر عاشق ہوا ہے، اسکے شوق میں گھر سے نکلا ہے، اُسکو خبر ہوتی ہے وہ

[۱] یعنی دیکھو، شیر نے گورخر کو پاکر شکار نہیں کیا ۱۲

لب بام آکر کھڑی ہوتی ہے، زال کوٹھے کے برابر آکر اوپر جانے کی تدبیر مین سوچتا ہے رودابہ اپنی چوٹی کھول لٹکا دیتی ہے کہ اسکے سہارے چڑھ آوٗ، زال زلف کو بوسہ دیتا ہے اور کمند ڈالکر کوٹھے پر اُترتا ہے، دونون مِل جُل کر بیٹھتے ہین، لطف و محبت کی باتین ہوتی ہین شراب کا دور چلتا ہے، یہ سما دیکھو کس طرح دکھایا ہے،

سپہبد سوئے کاخ بنہاد روے ‏ ‏ چنان چون بود مردم جُفت جوئے
برآمد سیہ چشم گل رُخ بہ بام ‏ ‏ چو سرو سہی بر سرش ماہ تام
چو از دور دستان سام سوار ‏ ‏ پدید آمد آن دختر نامدار،
دو بیجادہ بکشاد و آواز داد ،، ‏ ‏ کہ شاد آمدی ای جوان مرد شاد
پریروے گفت و سپہبد شنود ‏ ‏ ز سر شعر گلنار بکشاد زود ،،
کمندی کشاد او ز سرو بلند ‏ ‏ کس از مشک زان سان نپیچد کمند
خم اندر خم و مار بر مار بود، ‏ ‏ بران عنبرین تار بر تار بود ،،
فرو ہشت گیسو ازان کنگرہ، ‏ ‏ کہ بازیار و شد تا بہ بُن یکسرہ
پس از بارہ روداہ آواز داد ‏ ‏ کہ اے پہلوان بچہ گُرد زاد،
بگیر این سر گیسو از یک سویم، ‏ ‏ ز بہر تو باید ہمے گیسویم ،،،
بدان پرورانیدم این تار را ‏ ‏ کہ تا دستگیری کند یار را
نگہ کرد زال اندران ماہروے ‏ ‏ شگفتی بماند اندران رُوے و موئے
بسائید مشکین کمندش بہ بوس، ‏ ‏ کہ بشنید آوا ز بوسش عروس
چنین داد پاسخ کہ این نیست داد ‏ ‏ چنین روز خورشید روشن مباد
کمند از رہی بستد و داد خم ‏ ‏ بیفگند بالا، نزد، ہیچ دم
بہ حلقہ در آمد سر کنگرہ ‏ ‏ برآمد ز بُن تا بسر یکسرہ،
چو بر بام آن بارہ بنشست باز ‏ ‏ بیامد پریروے و بردش نماز

(آگے کے اشعار اوپر گذر چکے)

تم دیکھو گے کہ رودابہ نے زال کو کہیں جوانمرد، کہیں پہلوان بچہ کہہ کے خطاب کیا ہے اور

خود فردوسی رود ابر کی تعریف میں بالا و رفر وغیرہ الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ بزم کی لطافت اور نزاکت ان الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی، لیکن یہ فردوسی کی نکتہ سنجی اور بلاغت شعاری کی دلیل ہے اسکو معلوم ہے کہ وہ کابل وزابلستان کے محبوب کا ذکر کررہا ہے، لکھنؤ کا نہیں وہاں کے لوگ آج ہی اپنے پیارے اور چہیتے کی نسبت یہی الفاظ بولتے ہیں کابل کا معشوق لکھنؤ کیطرح دھان پان نہیں ہوتا ہے بلکہ بالبدہ قامت پُر اندام اور تنومند ہوتا ہے اس لئے بالا و فر کا لفظ وہاں کے معشوق کی اصلی تصویر ہے،

بیژن جب افراسیاب کی سرحد میں پہنچا ہے تو گرگین نے اس سے بیان کیا کہ یہاں سے پاس ایک مرغزار ہے، جہاں سال میں ایک دفعہ افراسیاب کی بیٹی منیژہ سہیلیوں کے ساتھ سیر کو آتی ہے اور ہفتوں رہتی ہے، دیکھو فردوسی نے اس موقع پر مرغزار کی بہار اور پریوں کے جھرمٹ کی تصویر کس طرح کھینچی ہے،

ہمہ بیشہ و باغ و آبِ روان	یکے جایگاہ از درِ پہلوان
زمین پرنیان و ہوا مشک بوی	گلابست گوئی بگرآب جوی،
خمیدہ ازبار شاخ سمن	صنم شد گل و گشت بلبل شمن،
خرامان بہ گرد گلان بر تذرو،	خروشِ بدن بلبل از شاخ سرو
پریچہرہ بینی ہمہ دشت و کوہ،	بہر سو بہ شادی نشستہ گروہ
ہمہ دخت ترکان پوشیدہ روئے	ہمہ سرو قد و ہمہ مشک بوی)،
ہمہ رُخ پر از گل، ہمہ چشم خواب	ہمہ لب پُر از مے بہ بوی گلاب،

اخیر شعر پر غور کرو "ہمہ چشم خواب" کے مبالغہ اور بیساختگی پر متاخرین کے ہزاروں تکلفات اور مضمون آفرینیاں نثار ہیں۔

ایک اور موقع پر ایک پری چہرہ کی تصویر کھینچتا ہے

دو ابرو کمان و دو گیسو کمند	بہ بالا بہ کردار سرو بلند
دو برگِ گلش سوسن می سرشت	دو شمشاد عنبر فروش از بہشت

لہ اِس سے ثابت ہوتا ہے، کہ پردہ کی رسم ایرانیوں میں بھی قدیم سے ہے ۱۲۔

بناگوش تابنده خورشید وار | فروهشته زو حلقهٔ گوشوار،

لبان از طبرزد زبان از شکر | دهانش مکلل به دُر و گهر

اِن سادہ اور فطری مبالغوں کو دیکھو "لبان از طبرزد زبان از شکر"
لیکن یہ نہ سمجھنا کہ وہ مضمون آفرینی اور خیال بندی کے تکلفات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا
اِس انداز میں بھی وہ کسی سے کم نہیں،

به دنبال چشمش یکی خال بود | که چشم خودش هم به دنبال بود

سہراب نے جب ایران کی سرحد میں پہنچکر قلعہ سپید کا محاصرہ کیا ہے تو قلعہ سے ایک عورت مردانہ لباس پہنکر نکلی ہے اور سہراب سے جنگ آزما ہوئی ہے، دیر تک رد و بدل کے بعد سہراب نے اسکو گرفتار کیا جھلم چہرے سے ہٹی تو معلوم ہوا کہ عورت ہے، سہراب فریفتہ ہو گیا۔ لیکن عورت فریب دیکر نکل گئی۔ سہراب سپہگری چھوڑ کر عشق کا دم بھرنے لگا، دیکھو دیکھو فردوسی اُس کے نالہ و زاری کو کس طرح ادا کرتا ہے،

همی گفت ازان پس دریغا دریغ | که شد ماه تابنده در زیر میغ

غریب آهوی آمدم در کمند | که از بند جست و مرا کرد بند

عجب ہرن میری کمند میں آیا | کہ خود چھوٹ کر نکل گیا اور مجھکو قید میں ڈال گیا

زهی چشم بندی که آن پرفسون | به تیغم نه خست و مرا ریخت خون

اِس شعبدہ کو دیکھو کہ اُس جادوگر نے | مجھکو تلوار نہیں ماری لیکن میں قتل ہو گیا

ندانم چه کرد آن فسون گر به من | که ناگه مرا بست راه سخن،

به زاری مرا خود بباید گریست | که دل را ز خود را نه دانم که کیست

همی گفت و میسوخت از غم بسے | نمی خواست رازش بداند کسے

وے عشق پنهان نماند که راز | بمردم نماید همی اشک باز،

غم جان برآرد خروش از درون | اگرچند (هرچند ۱۲) عاشق بود ذوفنون،

اِن شعروں میں عشقیہ شاعری کی تمام ادائیں موجود ہیں۔ استعارات اور تشبیہات کا بالکل سا رنگ ہے، شاعرانہ ترکیبیں ہی ہیں ع کہ از بند جست و مرا کرد بند۔

ع بہ نیغم نہ خست و مرار بخت خون، یہ سب کچھ ہے لیکن فردوسی اس بات کو نہیں بھولا- وہ سہراب کی داستان لکھ رہا ہے، محمد شاہ و واجد علی شاہ کی نہیں، اس لئے فوراً سہراب کو پہلوان کی زبانی سے نصیحت کرتا ہے، اور دیکھو ایک جوہمانہ مند فراخ کی نصیحت کا کیا انداز ہے،

ازان کار ہومان نبودش خبر، … کہ سہراب راہست چون در جگر
ولے از فراست بدل نقش بست … کہ اورا پریشانیے داد دست،
بہ دام کسے پائے بند آمدہ است … ززلف بتے در کمند آمدہ است
نہان میلند درد و خونین دل است … ہوس میبرد راہ و پا در گل است
یکے فرصت جست و گفتش بہ راز … کہ اے شیر دل (یعنے ہوس میبرد دل) گرد گردن فراز،
فریب پری پیکران جوان … نخواہد کسے کو بود پہلوان
نہ رسم جہانگیری و سروری است … کہ از مہر ماہے بیاید گریست
ز توران بہ کارے برون آمدیم … شناور بدریائے خون آمدیم،
اگر چند این کار باشد بہ کام، … ولے ہست در پیش رنجے تمام
بیاید شہنشاہ کاوس و طوس … چو رستم کہ بر شیر دارد فسوس

پھر بہت سے ایرانی (ہر چند) پہلوانوں کے نام گنا کر کہتا ہے،

تو ای مرد میدان این مہتران … چہ کارت بہ عشق پری پیکران
تو کارے کہ داری نہ گردد بسر … چرا دست بازی بہ کار دگر،
بہ نیروی مردی جہان را بگیر … ز شاہان بدست آر تاج و سریر
چو کشور بدست تو آید فراز، … بہر جائے خوبان برندت نماز
ازان گفتہ سہراب بیدار شد … دلش بستۂ بند پیکار شد
بگفتش اے سرنامداران چین … بگفتار خوبت ہزار آفرین،
شد این گفتہ تو داروی جان من … کنون با تو گشت پیمان من،
جہان را سراسر چہ خشک و چہ آب … در آرم بفرمان افراسیاب
بگفت این و دل را ز دلبر بکند … بر آمد بر افراز تخت بلند،

دیکھو ایک شجاع دامِ عشق میں اتفاقاً پھنس ہی جاتا ہے تو کس طرح جلد چھوٹ کر نکلجاتا ہی فردوسی نے موقع پاکر عشقیہ شاعری کا کمال بھی دکھلادیا، اور پھر متانت اور شائستگی کا سرِشتہ کہیں ہاتھ سے نہ چھوٹا، متاخرین بلکہ نظامی و سعدی کو بھی اتنا سہارا ہاتھ آجاتا تو خدا جانے کہاں سے کہاں نکلجاتے،

۵۔شاعری کا اصلی کمال واقعہ نگاری اور جذبات انسانی کا اظہار ہے، اِن دونوں باتوں میں وہ تمام شعرا کا پیش رو اور امام ہے، وہ جس واقعہ کو لکھتا ہے اُس کے تمام جزئیات اور گردوپیش کے ہر قسم کے حالات اور واقعات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پیدا کرتا ہے، پھر اُن کو اس خوبی کے ساتھ ہو بہو ادا کرتا ہے، کہ واقعہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور شعرا یا تو واقعہ کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں لیکن طبیعت فطرتِ شناس نہیں ہوتی، اس لئے باریک باتوں پر نظر نہیں پڑتی یا پڑتی ہے لیکن زبان پر قدرت نہیں کہ جوں کا توں ادا کردیں۔ اِس لئے یا بات کو بدل کرتے ہیں، یا استعارات و تشبیہات کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، تم دیکھتے ہو کہ فردوسی استعارہ کے پاس ہو کر نہیں نکلتا، تشبیہیں وہ بھی پاس پاس کی لیتا ہے، مجاز کو بہت کم ہاتھ لگاتا ہے، اِسکی یہ وجہ نہیں کہ وہ اِن باتوں میں قاصر ہی بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیزیں واقعہ کے چہرہ پر نقاب ڈالدیتی ہیں۔ اور اُس کا اصلی خط و خال نظر نہیں آتا، غور کرو، یہ لکھنا مقصود ہے کہ خاقان چین ہاتھی پر ہے رستم نے کمند پھینکی اور اس کو گرفتار کر کے ہاتھی سے ٹپک دیا، فردوسی اِس کو اس طرح ادا کرتا ہے،

چو از دست رستم رہا شد کمند   سرِ شہریار اندر آمد بہ بند

ز پیل اندر آورد و زد بر زمین   ببستند بازوے خاقانِ چین،،

نظامی کو اسی قسم کا موقع پیش آتا ہے وہ کہتے ہیں۔

کمند عدو بند را شہریار،   بینداخت چون چنبر روزگار

بے شبہہ عدو بند کے لفظ سے جملہ کی ترکیب چست ہو گئی، "چنبر روزگار" کی تشبیہ نے بھی ندرت پیدا کی، یہ سب کچھ ہوا لیکن سننے والے پر یہ اثر ہوا کہ اصل واقعہ کے بجائے اسکی توجہ الفاظ اور تشبیہ کی طرف متوجہ ہو گئیں اور کمند میں گرفتار ہونے کی اصلی حالت سامنے نہ آسکی

یہی نکتہ ہے کہ فردوسی واقعات اور جذبات کے بیان کرنے میں استعارات اور تشبیہات وغیرہ سے بہت کم کام لیتا ہے، اور جب اسکو طباعی اور انشاپردازی کا زور دکھانا ہوتا ہے تو دوسرے موقعے تلاش کرتا ہے، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آتی ہے،

واقعہ نگاری کے دقیق.... نکتوں پر اس کی نظر جس طرح پڑتی ہے اس کی ایک دو مثالین ہم لکھتے ہیں،

پہلوان جب جوش شجاعت میں لبریز ہوتا ہے تو اکثر یہ ہوتا ہے، کہ لڑائی بھڑائی کچھ نہیں تنہا بیٹھا ہے، لیکن آپ ہی آپ بھپرا پڑتا ہے، اور جوش میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہے سہراب جب ایرانی فوج کے ایک ایک سردار پر نظر ڈال کر ہجیر سے اُن کا نام و نشان پوچھتا ہے۔ تو اس کی نظر رستم پر بھی پڑتی ہے، اور ہجیر سے کہتا ہے، یہ کون شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ

بخود ہر زماں بر خروشد ہمے ، تو گوئی کہ دریا بجوشد ہمے

آپ ہی آپ بھپر رہا ہے ، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریا جوش مارتا ہے

ایک جسیم اور تناور پہلوان کبھی تخت پر بیٹھا ہوتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے تخت پر چھایا جاتا ہے، اس حالت کو فردوسی نے اُس موقع پر جب رستم سہراب کے دیکھنے کو گیا ہے اور سہراب تخت پر بیٹھا ہوا اپنے پہلوانوں سے باتیں کر رہا ہے اس طرح ادا کیا ہے،

ع تو گفتی ہمہ تخت سہراب بود۔

سہراب نے کیکاؤس کے خیمہ کے پاس جاکر برچھی سے خیمہ کی میخین اُکھاڑ کر پھینکدی ہیں فردوسی اس واقعہ کو اس طرح ادا کرتا ہے،

ازاں پس بجنبید از جائے خویش ، بنزدیک پردہ سرا رفت پیش،

خم آورد پشت و سنان سنیخ بزد تند و برکند ہفتاد میخ

سراپردہ یک بہرہ آمد ز پائے ز ہر سو برآمد دم کرۂ نائے

عام شعرا اگر اس واقعہ کو لکھتے تو صرف اسپر قناعت کرتے کہ سہراب نے میخین اُکھاڑ کر پھینک دین، لیکن یہ خصوصیات کہ وہ جُھکا، جُھک کر زور سے نیزہ مارا، ستر میخین اُکھاڑ کر پھینک دین، خیمہ کا ایک حصہ گر پڑا، نظر انداز کر جاتے، حالانکہ واقعہ کی تصویر کھینچنے کے لیے

ان تمام باتون کا ادا کرنا ضروری ہے،

اسی تفصیلی واقعہ نگاری کی بدولت ہم کو بہت سے ایسے محاورون تک رسائی ہوتی ہی جو یون بہی عام ... طریقہ بیان مین نہین آسکتے تھے.

مثلاً سہراب نے جب رستم کو گرز مارا ہے تو رستم تلملا جاتا ہے مگر ضبط سے کام لیتا ہے اور سہراب پر ظاہر نہین ہونے دیتا، اس واقعہ کو اردو کا محاورہ دان صرف اس لفظ سے ادا کرے گا کہ "پی گیا"، فردوسی نے بہی صرف محاورہ سے کام لیا، چنانچہ کہتا ہے۔

ع بپیچید و درد از دلیری بخورد، رستم ایک معرکہ مین صرف کمند ہاتھ مین لیکر گیا ہے، حریف سے سوال وجواب ہوئے تو اس سے طنز سے کہا کہ "اس قدر ہا گئے ... بل پر بہت نہ اتراؤ" فردوسی اس طنزیہ محاورہ کو بعینہ اسی طرح ادا کرتا ہے،

بدو گفت ہومان کہ چندین مدم — بہ بازوے این رشتہ شصت خم

واقعہ نگاری کی مثالون سے تمام شاہنامہ بہرا پڑا ہے، ہم نمونہ کے طور پر ایک مختصر لیکن مسلسل داستان یہان نقل کرتے ہین۔

یہ وہ موقع ہے کہ سہراب ایک ایرانی پہلوان کو لیکر کیکاؤس کے لشکرگاہ کو دیکہنے چلا ہی فوجین اپنے اپنے افسرون کے ساتھ الگ الگ ساز وسامان سے آراستہ ہین، سہراب ایک ایک پر نگاہ ڈالتا جاتا ہے اور ہر ایک کا نام ونشان پوچہتا ہے، ایرانی پہلوان جواب دیتا ہے،

بدو گفت کز تو بپرسم ہمہ — ز گردن کشان وز شاہ و رمہ

سراپردہ دیبہ رنگ رنگ ،، — بدو اندرون خیمہ ہائے پلنگ

بہ پیش اندرون بستہ صد ژندہ پیل — یکے تخت پیروزہ بر سان نیل

یکے زرد خورشید پیکر[1] درفش — سرش ماہ زرین غلافش بنفش

بہ قلب سپاہ اندرون جائے کیست — ز گردان ایران ورا نام چیست

بدو گفت کان شاہ ایران بود — کہ بر درگہش پیل و شیران بود،

وزان پس بدو گفت کز میمنہ — سواران بسیار و پیل و بنہ،

---

[1] خورشید پیکر یعنی آفتاب کی صورت کا ۱۲

سراپردۂ برکشیدہ سیاہ   زدہ گردش اندر ستادہ سپاہ،
بگرد اندرش خیمہ ز اندازہ بیش   پس پشت پیلان و شیران بہ پیش؛
زدہ پیش او پیل پیکر درفش   بہ نزدش سواران زرینہ کفش
چہ باشد ز ایرانیان نام اوے   بگو تا کجا باشد آرام اوے،
چنین گفت کان طوس نوذر بود   درفشش کجا پیل پیکر بود
بپرسید کان سرخ پردہ سرائے   یکے پیشکارے کشش پیش پائے،
یکے شیر پیکر درفش بنفش   درافشان گہر در میان درفش
پس پشتش اندر سپاہی گران   ہمہ نیزہ داران جوشن وران
چنین گفت کان فر آزادگان؛   سپہدار گودرز کشوادگان۔
سپہ کش بود گاہ کینہ دلیر،   دو چل پور دارد چو پیل و چو شیر

اب رستم کی باری آتی ہے

دگر گفت کان سبز پردہ سرائے   بزرگان ایران بہ پیشش بپائے
یکے تخت پر مایہ اندر میان   زدہ پیش او اختر کاویان
برو بر نشستہ یکے پہلوان   ابا فر و با سفت و یال گوان،
ازان کس کہ بر پائے پیشش براست   نشستہ بیک سر ازو برتر است
جو سامنے کھڑا ہے،   رستم کا قد اس سے بیٹھنے کی حالت میں بھی نکلا ہوا ہے
بر ایران نہ مردے بہ بالائے او،   کمندے فرو هشتہ تا پائے او
درفشش ببین اژدہا پیکر است   بران نیزہ بر شیر زرین سر است
بجوشد بہ ہر زمان بر خروشد ہمے   ز گوئی کہ دریا بجوشد ہمے،
کہ باشد بنام آن سوار دلیر   کہ ہر دم ہمی بر خروشد چو شیر،

ہجیر نے رستم کا نام بدل کر بتایا۔ سہراب اب اور افسروں کا حال پوچھتا ہے،

وزان پس بپرسید کز مہتران،   کشیدہ سراپردہ پر گران،
سواران بسیار و پیلان بپائے   بر آید ہمے نالۂ کرنائے، ..

کرنا ۱۲

میان سراپرده تختی زده | ستاده غلامان به پیشش رده
ز ایران بگو نام آن مرد چیست | کجا جای دارد نژادش ز کیست،
چنین گفت کان پور گودرز گیو، | که خوانند گردان ورا گیو نیو.
ز گودرزیان بهتر و مهتر است | به ایران سپه بردو بهره مهراست
بدو گفت زان سو که تابنده شید | بر آید، یکی پرده بینم سپید
ز دیبای رومی به پیشش سوار | رده برکشیده فزون از هزار،
پیاده سپردار و نیزه وران، | شده انجمن لشکری بیکران
ز دیبا فروهشته زیب جلیل، | غلام ایستاده رده خیل خیل
نشسته سپهدار بر تخت عاج | نهاده بر آن عاج کرسی ساج
چه نام است او را ز نام آوران | سپهبد نژادست یا سروران
بدو گفت کو را فریبرز خوان، | که فرزند شاه است و تاج گوان
بدو گفت سهراب کین درخور است | که فرزند شاه است و با افسر است

واقعہ نگاری جب اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو اس کو مرقع نگاری یعنی آجکل کے محاورہ میں، سین دکھانا کہتے ہیں۔

جذبات | رزمیہ میں درد و غم کے اظہار کا کم موقع پیش آتا ہے، اور آئے بھی تو بلاغت یہ ہے کہ اس کو زیادہ پھیلایا نہ جائے۔ تاہم کہیں کہیں اس کا موقع پیش آگیا ہے، تو فردوسی نے اسمیں بھی کمال دکھایا ہے، سہراب کے مرنے کی خبر سن کر اسکی ماں کی جو حالت ہوئی ہے، اور جسطرح اس نے نالہ وزاری کی ہے، اسکو اسطرح ادا کرتا ہے،

خروشید و جوشید و جامہ درید | به زاری بران کودک نارسید
برآورد بانگ و غریو و خروش | زمان تا زمان زو همی رفت هوش
فرو برد ناخن دو دیده بکند | برآورد و بالا در آتش فگند،
مران زلف چون تاب داده کمند، | به انگشت بپیچید و از بن بکند،
ز سر برفگند آتش و برفروخت | همه موی مشکین به آتش بسوخت

همی گفت کای جان مادر کنون — کجائی سرشته بخاک و بخون
دو چشمم به ره بود گفتم مگر — ز سهراب و رستم بیابم خبر
چه دانستم ای پور کآید خبر — که رستم به خنجر دریدت جگر
دریغش نیامد از آن روے تو — از آن برز و بالا و بازوے تو
بپرورده بودم تنش را به ناز — به رخشنده روز و شبان دراز
کنون آن بخون اندرون غرقه گشت — کفن بر تن پاک او خرقه گشت
کنون من کرا گیرم اندر کنار — که خواهد بدن مر مرا غمگسار
پدر جستی اے گرد لشکر پناه — به جاے پدر گورت آمد براه
چرا نامدم با تو اندر سفر — که گشتی به گردان گیتی مشهور
مرا رستم از دور بشناختے — ترا با من اے پور بنواختے
بینداختے تیغ آن سرفراز — نکردے جگر گاهت اے پور باز
همی گفت و می خست و می کند موے — همیزد کف دست بر خوب روے
ز خون او همی کرد لعل آب را — به پیش آوریدا اسپ سهراب را
سر اسپ او را به بر در گرفت — بماندہ جہانے در او در شگفت
گہے بوسه زد بر سرش گه بروے — ز خون زیر سمش همی راند جوے
بیاورد آن جامهٔ شاهوار — گرفتش چو فرزند اندر کنار
بیاورد خفتان و درع و کمان — همان نیزه و تیغ و گرز گران
بسر بر همی زد گران گرز را — همے یاد کرد آن بر و برز را
بیاورد زین و لگام و سپر — لگام و سپر را همے زد بسر

سہراب کی ماں نے جو کچھ کہا ہے کس قدر سچ اور کس قدر پر تاثیر ہے سہراب کے گھوڑے کو گود میں لینا، اسکے ہاتھ پاؤں چومنا۔ سہراب کے کپڑوں کو بچہ کی طرح آغوش میں لینا، ہتھیار وں کو سر پر مارنا، کسقدر اصلی حالت کی سچی تصویر ہے۔

شیرازہ ایرانی پہلوان کا خفا، افراسیاب کی لڑکی منیژہ اسپر عاشق ہوئی اور بیجن کو

لیجاکر گھر میں رکھا جب افراسیاب کو خبر ہوئی تو اس نے بیژن کو ایک کنوئیں میں قید کردیا اور منیژہ
کو گھر سے نکال دیا۔ منیژہ بیژن کی تیمارداری اور خبرگیری کرتی تھی، رستم بیژن کے چھڑانے کو سوداگر
بنکر آیا، اور توران پہنچکر تجارت کے سامان پھیلائے منیژہ کو خبر ہوئی، دوڑی ہوئی آئی اور رستم سے
بیژن کے حالات بیان کئے رستم نے اس خیال سے کہ راز فاش نہو جائے، منیژہ کو جھڑک دیا کہ میں
بیژن و بیژن کو کچھ نہیں جانتا منیژہ دل شکستہ ہوکر کہتی ہے۔

بہ رستم نگہ کرد و بگریست زار ، ز خواری ببارید خون در کنار
بدو گفت کای مہتر پُرخرد ز تو سرد گفتن نہ اندر خورد
رستم سے کہا کہ اے سردار اس طرح رکھائی سے جواب دینا آپ کے شایان نہیں
سخن گر نگوئی مرانم ز پیش کہ من خود دلے دارم از درد ریش
اگر بات نہیں کرتے تو نکرو لیکن مجھکو کیوں ہٹاتے ہو میرا دل تو خود مصیبت سے زخمی ہو رہا ہے
چنین باشد آئین ایران مگر کہ درویش را کس نگیرد خبر
کیا ایران کا یہی دستور ہے کہ لوگ غریبوں سے بات نہیں کرتے
زدی بانگ بر من چو جنگ آوران ، نترسی تو از داور داوران ،
مجھ پہ جنگجو کی طرح ڈانٹ بتاتے ہو تم بادشاہوں کے بادشاہ (خدا) کا کچھ ڈر نہیں
منیژہ منم دخت افراسیاب ، برہنہ ندیدہ تنم آفتاب ،
کنون دیدہ پرخون و دل پر ز درد ازین در بدان در دو رخسارہ زرد
برای یکے بیژن شوربخت ، فتادم ز تاج و فتادم ز تخت ،

اختصار اور زور | بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں۔ کہ کسی واقعہ کے بیان کرنے میں
جب حد سے زیادہ زور دینا مقصود ہوتا ہے، تو لمبی چوڑی تمہید اور تفصیل وہ کام نہیں دیتی،
جو ایک پرزور مختصر جملہ کام دیتا ہے، قرآن مجید میں اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ غشیہم من الیم ما غشیہم میں
جو بات ہے وہ سینکڑوں جملوں سے ادا نہیں ہو سکتی، روم کے فاتح کا مشہور جملہ تم نے سنا
ہوگا میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے فتح کیا، شاہنامہ میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں
سہراب کی پوری داستان اس شعر سے شروع کی ہے،

کنوں جنگ سہراب و رستم شنو — دگرہا شنیدستی این ہم شنو،

صرف "این ہم" نے جو بات پیدا کی ہے وہ ہزاروں تمہید سے نہیں پیدا ہو سکتی تھی، رستم افراسیاب کو خط لکھتا ہے، اور بہادرانہ وبلیغ مضمون کو ایک مصرع میں ادا کرتا ہے،

وگرنہ بکام من آمد جواب، — من و گرز و میدان و افراسیاب:

نظامی نے اپنے فخریہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں لیکن فردوسی کے دو مصرع سب پر بھاری ہیں۔

بسے رنج بردم دریں سال سی — عجم زندہ کردم، دریں پارسی

رستم کی مار دھاڑ ہنگامہ آرائی اور قتال وجدال کا سماں صرف چار مصرعوں میں دکھایا ہے،

بروز نبرد آن یل ارجمند، — بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

درید و برید و شکست و ببست، — یلان را سر و سینہ و پا و دست

صلاح و مشورہ کیلئے لوگ جمع ہوئے ہیں، اسی میں کھانا بھی سامنے آگیا ہے لوگ کھاپی کر اٹھ کھڑے ہوئے، اسکو اس طرح ادا کرتا ہے،

پے مشورہ مجلس آراستند — نشستند و گفتند و برخاستند،

ہ۔ صنائع بدائع شاعری کے زوال کا پیش خیمہ ہیں، اس لیئے فردوسی کے کلام میں اس کو ڈھونڈھنا نہیں چاہیئے لیکن جو محاسن شاعری ضمناً کسی صنعت میں آجاتے ہیں اسکے کلام میں پائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ درجہ پر پائے جاتے ہیں مثلاً لف و نشر مرتب،

بروز نبرد آن یل ارجمند۔ — بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

درید و برید و شکست و ببست — یلان را سر و سینہ و پا و دست

لف و نشر مع طباق و مقابلہ۔

فرو شد بماہی و بر شد بماہ — بن نیزہ و قبۂ بارگاہ،،

مبالغہ: زمیں گرد میدان کہ بر شد بہ دشت — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

رزمیہ شاعری | رزمیہ شاعری جسکو انگریزی میں ایپک پوئم کہتے ہیں، شاعری کے انواع میں سے بہترین انواع ہے، یورپ کے نزدیک دنیا کا سب سے بڑا شاعر ہومر ہے اُس کا۔

کارنامۂ فخریہ رزمیہ شاعری ہے۔ مہابھارت جس کو ہندو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ایک رزمیہ نظم ہے اور اگر ان دونوں کے پہلو میں کسی کو جگہ دی جا سکتی ہے تو وہ شاہنامہ ہے۔ رزمیہ شاعری کے کمال کے چند شرائط ہیں واقعہ ایسا مہتم بالشان ہو جس نے دنیا کی تاریخ میں کوئی انقلاب پیدا کر دیا ہو لڑائی کے ہنگامہ کا بیان اس زور شور اور پُر رعب طریقہ سے کیا جائے کہ دل دہل جائیں معرکہ جنگ کے تمام ساز و سامان اور آلات و اسلحہ جنگ تفصیل سے بیان کئے جائیں۔ سالار فوج اور مشہور بہادر کی لڑائی کے بیان میں لڑائی کے تمام داؤں پیچ ایک ایک کر کے دکھائے جائیں شاہنامہ میں یہ تمام باتیں اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہیں۔

(ہنگامہ جنگ اور ہلچل)

زلشکر برآمد سراسر خروش — زمین پر خروش و ہوا پُر خروش

جہان لرز لرزان شد و دشت و کوہ — زمین شد ز نعل ستوران ستوہ،

درفش از درفش و گروہ از گروہ؛ — گسستہ نشد شب برآمد ز کوہ

درخشیدن تیغہائے بنفش — ازان سایۂ کاویانی درفش،،

توگفتی کہ اندر شب تیرہ چہر — ستارہ ہمے برفشاند سپہر،

زمین گشت جنبان چو ابر سیاہ — توگفتی ہمے بر نتابد سپاہ،

بلند آسمان چون زمین شد زخاک — زہر سو ہمی بر شدہ چاک چاک

دل کوہ گفتی مدر دہمے،، — زمین با سواران بپیرد ہمے،

زبس نعرۂ نالہ کرنا ے، — ہمے آسمان اندر آید زجائے،

چنان تیرہ شد روی گیتی زگرد — توگفتی کہ خورشید شد لاجورد

بزد مہرہ بر کوہۂ ژندہ پیل، — زمین جنب جنبان چو دریائے نیل

زگرد سواران ہوا بست میغ — چو برق درخشیدہ پولاد تیغ،

زجوش سواران و آواز کوس، — ہوا قیرگون شد زمین آبنوس

توگفتی زمین موج خواہد زدن — وزان موج براوج خواہد زدن

زبس گرد میدان کہ برشد بدشت، — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

زبس نیزۂ و گرز و گوپال و تیغ — توگفتی ہوا ژالہ بارد ز میغ؛

زگشتنہ ہمہ دشت آوردگاہ — تن دو دست و سر بود و ترگ و کلاہ

بجوشید دشت و تبو فید کوہ — زجوش سواران ہر دو گروہ،

تو گفتی کہ روی زمین آہن ست — زنیزہ ہوا بزور جوشن است

شاہنامہ میں لڑائی کے سامان اور اسلحہ جنگ کی اسقدر تفصیل پائی جاتی ہے کہ ہم بتفصیل بتا سکتے ہیں، کہ آج سے دو ہزار برس پہلے آلات جنگ کیا کیا تھے۔ پہلوان اور بہادر کیا کیا ہتھیار لگاتے تھے۔ لباس جنگ کیا کیا تھے: مثلاً لڑائی کے وقت جو باجے استعمال ہوتے تھے، اُن کے نام یہ ہیں۔ بیبرہ۔ گاؤ دم۔ خرمہرہ۔ کوس۔ طبل۔ نقارہ۔ کرنائے۔ سرغین اسلحہ جنگ یہ تھے۔ زرہ۔ جوشن۔ خود۔ مغفر۔ چار آئینہ۔ خفتان۔ ترک۔ ببر بیان۔ برگستوان۔

آلات اور سامان جنگ یہ تھے۔ گوپال۔ گرز۔ تیغ۔ سپر۔ درفہ۔ خنجر۔ زوبین۔ ناوک خشت۔ تبر۔ خدنگ۔ کمند۔ سنان۔ نیزہ۔ ژوپین۔ پرتاب۔ تبرزین۔ دبوس قارورہ۔ شراع۔ سراپردہ۔ رایت۔ علم۔ درفش۔ اختر۔ سراپردہ۔

اقسام فوج۔ قلب۔ میمنہ۔ میسرہ۔ طلایہ۔ ساقہ و مدار۔

اُس زمانہ میں مجموعی فوج کے لڑانے کا فن نہ تھا اس لیے یہ پتہ نہیں لگتا کہ سپہ سالار کس طریقہ سے فوج کو لڑاتے تھے، رستم اگرچہ سپہ سالار تھا اور شاہنامہ سرتاسر گویا اُسکی داستان ہے تاہم کہیں یہ پتہ نہیں لگتا۔ کہ اُس نے فوج کو کبھی لڑایا۔ طریقہ جنگ یہ تھا۔ کہ ایک ایک پہلوان میدان میں آتا تھا، اور معرکہ آرا ہوتا تھا۔ ان معرکہ آرائیوں کو فردوسی اس تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ سماں باندھ دیتا ہے،

لڑائی کے جتنے طریقے تھے، یعنی کشتی لڑنا، تلوار چلانا، تیر مارنا، کمند پھینکنا، برچھی چلانا وغیرہ وغیرہ شاہنامہ میں سب بتفصیل پائے جاتے ہیں۔ اور جس چیز کو جہاں لکھا ہے، اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے،

تہمتن زالوای شد درمند۔ — زفتراک بکشاد پیچان کمند

کمند اندازی چو آہنگ رزم یلان داشتے — کمندے و گرزے گران داشتے

بیامد بغرید چون پیل مست / کمندی به بازو و گرزی بدست
برو گفت کاموس چندین مدم / به نیروی این رشتهٔ شصت خم
برانگیخت کاموس جنگی نبرد / هم آورد را دید با زور و برد
ببند اخت تیغ پرند آورش / همی خواست از تن گسستن سرش
سر تیغ بر گردن رخش خورد / تبر بد بر گستوان نبود
نیامد تن رخش را زان گزند / گو پیلتن حلقه کردن کمند
بینداخت و افگندش اندر میان / برانگیخت از جای رخش دمان
به ران اندر آورد و گردنش دوال / عقابی شده رخش با پر و بال
به رای و دلیری بیفشرد ران / گران شد رکیب و سبک شد عنان
همی خواست آن خام خم کمند / به نیروی تن بگسلاند ز بند
شد از هوش کاموس و بگسست خام / گو پیلتن رخش را کرد رام
عنان را بپیچید و او را ز بن / نگون اندر آورد و زد بر زمین
دو دست از پس پشت بستش چو سنگ / به خم کمند اندر آورد تنگ
تیراندازی تهمتن به بند کمر برد چنگ / گزین کرد یک چوبه تیر خدنگ
خدنگی برآورد پیکان چو آب / نهاده برو چار پر عقاب
بمالید چاچی کمان را بدست / به چرم گوزن اندر آمد شست
ستون کرد چپ را و خم کرد راست / خروش از خم چرخ چاچی بخاست
چو سوفارش آمد به پهنای گوش / ز چرم گوزنان برآمد خروش
چو پیکان ببوسید انگشت او / گذر کرد از مهرهٔ پشت او
بزد تیر بر سینهٔ اشکبوس / سپهر آن زمان دست او داد بوس
قضا گفت گیر و قدر گفت ده / فلک گفت احسن، ملک گفت زه
برآشفت سهراب و شد چون پلنگ / چو بدخواه او چاره جو شد به جنگ
نیزه بازی عنان برگرایید و برداشت اسپ / بیامد به نزد اندر آذرگشسپ

چو آشفتہ شد شیر تندی نمود | سر نیزہ را سوی او کرد زود
بدست اندرون نیزۂ جانستان | پس پشت خود گردش آنگہ سنان
بزد بر کمر بند گرد آفرید | زرہ بر تنش یک بیک بر درید
ززین بر گرفتش بہ کردار گوی | کہ چوگان ز باد اندر آید بروی
گرفتند از ان پس دوال کمر | دو اسپ تگاور بہ آوردہ پر
یکے بد بدست یل اسفندیار، | بدست دگر رستم نامدار
نیرو کشیدند زی خویشتن، | دو گرد سرافراز دو پیلتن
ہمی زور کرد این بر آن، آن برین | نجنبید یک مرد بر پشت زین
کف اندر دہان شان شدہ خون و خاک، | ہمہ گبر و برگستوان چاک چاک
چو رستم ورا دید بفشرد ران | بگردن بر آورد گرز گران
چو تنگ اندر آورد با او زمین | فرو کرد گرز گران را بہ زین

شاہنامہ کا اثر شاہنامہ کے مقبول عام ہونے کے مخالف بہت سے اسباب جمع تھے، سب سے مقدم یہ کہ وہ سرتاپا غیر قوموں کا کارنامہ تھا، اور مسلمانوں کا جہاں ذکر آگیا تھا، نہایت احتقار سے ان کو یاد کرتا تھا۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار | عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو، | تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

قادسیہ کے معرکہ میں مسلمانوں نے بے نظیر شجاعت کے جوہر دکھلائے تھے فردوسی نے اسکو بھی مدہم کر کے دکھایا تھا۔ اس بات پر مذہبی گروہ میں عام ناراضی پھیلی، چنانچہ اسی زمانہ میں عمر نامہ[1] ایک کتاب لکھی گئی جس کے دیباچہ میں سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایرانیوں کے جھوٹے سچ قصے لکھ کر ملک میں مشہور کر دیئے، اس لیئے یہ کتاب حضرت عمر فاروق رضی کے حالات میں لکھی گئی۔ کہ لوگوں کی توجہ ادھر سے ہٹ جائے،

چونکہ فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو لکھ کر شاہنامہ میں اس کو منضم کر دیا تھا۔ اس لیئے لوگ

[1] یہ کتاب میری نظر سے گذری ہے۔

شاہنامہ کو ہاتھ لگاتے ڈرتے تھے، فردوسی چونکہ معتوب شاہی تھا اس لیئے بھی اس کی تصنیف مقبول عام نہو سکتی ہوگی،

یہ سب تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان سے لیکر بغداد تک در و دیوار سے شاہنامہ کی صدا آنے لگی، تقریر، تحریر، تصنیف، تالیف، خلوت و جلوت، کوچہ و بازار، اس کی بازگشت سی گونج اٹھی لوگ کام سے فارغ ہوکر بیٹھتے تو کوئی خوش لہجہ شخص حفظ شاہنامہ کے اشعار پڑھتا اور شجاعت جانبازی، دلیری، حب وطن کا اثر تمام مجلس پر چھا جاتا۔

سینکڑون برس تک، سلاطین و امراء کی باہمی خط و کتابت میں شاہنامہ کے اشعار جابجا درج ہوتے تھے۔ اور دلیری اور بہادری کے موقون پر بے ساختہ اسکے اشعار زبان سے نکل جاتے تھے میدان جنگ میں رجز کے بجائے شاہنامہ کے اشعار پڑھے جاتے تھے، سلجوقیون کے اخیر فرمان روا طغرل ارسلان نے میدان جنگ میں لڑکر جان دی تو شاہنامہ کے یہ اشعار زبان پر تھے،

من آن گرز یک زخم بردا شتم	سپہ را ہمان جائے بگزا شتم
چنان ؟ برخروشیدم از پشت زین	کہ چون آسیا شد، پریشان زمین

شاہنامہ کے ہی کے اثر نے سینکڑون برس تک، ایران کی شاعری کو غزل سے پاک رکھا۔ امتداد زمانہ سے جب اسکا اثر گھٹا، اور عشق و عاشقی کے خیالات قوم میں پھیلنے لگے، تو دفعۃً تاتاریون کے طوفان نے مسلمانون کی خاک تک اڑادی۔

شاہنامہ کی زبان شاہنامہ کی زبان، آج کی زبان سے اسقدر مختلف ہے کہ گویا دو زبانین الگ الگ ہیں۔ اور یہ شاہنامہ کی تخصیص نہیں، اُس زمانہ کے شعرا کی عام زبان یہی تھی۔ لیکن چونکہ اور کسی شاعر نے اسقدر الفاظ استعمال نہیں کیئے اسلیئے فردوسی کی زبان پر نسبتہً اور شعرا کے زیادہ بیگانہ اور غیر مانوس معلوم ہوتی ہے،

شاہنامہ کی زبان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں،

ضمیرون کی ترکیب مثلاً،

ع زشادی رخان شان چو گل بردمید،

اب یون کہین گے رخ ہان ایشان،

۲-غیر جاندار چیزوں کی جمع الف و نون سے مثلاً،
اگر عمر باشد مرا سالیان، یعنے سالہا،
۳-اسم اور فعل کے آخر میں الف زائد مثلاً،
ع سیا ملک برآمد برہنہ تنا، یعنے تن،
ع بسی روز گیتی بہ پیما یدا،
۴-فارسی الفاظ پر تشدید مثلاً خوشّی- زرّ- پرّ- ہمّ- مزّہ- زرّبفت- کتّری-
۵ بعض زائد حرف، مثلاً چناں کے بجائے چونان- اشیا کے بجائے اشیوا- چنین کے بجائے
چونین- فرشتہ کے بجائے فریشتہ-
۶-در کے بجائے اندرون مثلاً،
بہ جنگ اندرون گرزہ گاو رنگ،
۷ متحرک بجائے ساکن، اور ساکن بجائے متحرک، مثلاً،
ع بگویم زمادرش و ہم از پدرش ع بنا مارت از شیر وزد بو باک،
ع بہ شادی ہمہ جان بر افشاندند،
۸-بے کے پہلے الف زائد،
ع ابے او نباشیم در جنگ شاد،
۹-ویا بجائے یا-
ویا بارہ رستم جنگجوے، بہ آخر بہند بے خداوند روے
۱۰ اکجا بمعنی کہ
ع در فشش کجا بیل پیکر بود،
۱۱-از بر بمعنے بر
ع نشست از بر کوہ شندہ پیل، یعنی بر کوہ،
۱۲-ایچ معنے ہیچ،
ع زبیکان نہ دیچ پیدا سرش-

۱۳۔ تائے خطاب کا استعمال مثلاً،

ع ہزار نت کودک دہم نوش لب، یعنے ہزاران ترا،

چو آئی خیان کیت مرادو ہوا است، یعنی کہ ترا،

۱۴۔ ورا بمعنے اورا۔

چو رستم ورا دید خیرہ بماند یعنے چو رستم اورا دید،

۱۵۔ ازو کے بجائے ازوی۔

بر آورد آمد بہ پرسید ازوی، بدو گفت گستاخ با من بگوی

۱۶۔ ازیرا بجائے ازین رو،

ع ازیرا سرت ز آسمان برتر است، یعنی ازین رو،

۱۷۔ آزمایش کے بجائے آزمون۔

نہادی بر و دست را آزمون شکم بر زمین، بر نہادی میون

۱۸۔ میم متکلم کا حذف۔

اگر من نہ رفتے بہ مازندران یعنے اگر من نہ رفتمے،

ان تصرفات کے علاوہ سینکڑوں الفاظ ہیں جو بالکل متروک ہو گئے یا اُن کی صورتیں بدل گئیں یا اُنکے بجائے اور الفاظ استعمال میں ہیں مختصراً چند الفاظ ذیل میں درج ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ویژہ	خاص	تال و مال	ریزہ ریزہ
مر	شمار	تخش	تیر
اکنون	حالا	ترک	کلاہ آہنی
ایدر	اینجا	ترنگ	صدای کمان
آخور	اصطبل	تلاش	پراگندہ
آذین	زینت و آرایش	تنگ آمدن	نزدیک آمدن
آذرنگ	برف	جوال	ظرفیست کہ از پشم بافند

لفظ	معنی	لفظ	معنی
آستی	آستین	چاک	سفیدۂ صبح
برسان	بسان	چاک چاک	صدائے زدن شمشیر
آغاز	ارادہ	چرنگیدن	آواز گرز
افسوس	ظلم وستم	چک	قبالہ اور دستاویز
اند	چند، یا اندک	سہ دبگر	سیوم
اندرخور	لایق	شارسان	شہر وشہرستان
انوشہ	آفرین	شبگیر	صبح
بادسر	مغرور	شخودن	خراشیدن
بارگی وبارہ	اسپ	شکرون	پارہ کردن
باژ	خراج	غُرم	میش کوہی
بخش	حصہ	غرچہ	مخنث ونامرد
برتر	بلندی	غو	خروش
بسندہ	کافی	گو	پہلوان
پسیچ	قصد وکارسازی	فروریختن از اسپ	فرود آمدن
بگماز	شراب	فرونی	فضیلت و بزرگی
پازہر	تریاک	فسیلہ	گلہ اسپ
پذیرہ	استقبال کردن	فش	دُم ویال اسپ
پدرام	آراستہ	قارورہ	آلہ ایست از آلات جنگ،
پہپدانی	زبان پہلوی	خشت	نیزہ کوچک
در	درکوہ، ومرتبہ	دبوس	گرز
	ع بگفتش بر از این سخن در بدر	درع	پیراہن زنان
درخت	دار اسپاستہ	سبز درسبز	نام حنے است

لغت	معنی	لغت	معنی
درقه	سپرچرمین	ستاده	خیمه
دستار	دسترخوان	ستاره	مسهری
دست بند	زنان رقاص	ستودان	دخمه
دست حابه	جامه سروپا	ستیخ	راست وبلند
دست راست	وزیراعظم	سرسری	فرومایه
دستوار	عصا	سرون	شاخ گاؤ
دفترشکستن	دفترساختن	سُفت	دوش
دمدار	ساقه لشکر	شیب	دنباله تازیانه
دواج	لحاف	ماروریچ	پیچ
دیدار	چشم ورخ، ودیدارگشتن	صُلاب	اصطرلاب
رده	صف	طبرخون	بید سُرخ
رزمه	بقچه	طُغرل	نوعی ازمرغ شکاری
رسته	صف زده	قُرطه	کُرته
رفت آوری	آمدورفت کردن	کاتوزی	زاهد
ریخ	رنگ	کالوشه	دیگچه
روزبان	دربان	کشکین	نان جوین
روسپی	فاحشه	کیخ	آب دهن
ریدک	غلام وامرد	کلک	کمان
ریمن	مکار	کنارنگ	بزرگ قوم
زجیر	پیچ وتاب	کندآور	پهلوان
زخم	عمارت	کوهسر	کوهسار
زمزم	کلمات مغان که وقت	گردگاه	میانی گاو کمر

لفظ	معنے	لفظ	معنے
	پرستش گوبند	گردگان	مرہون
نمی	زمین	گریغ	گریز
زنہار خوردن	عہد شکستن	گشن	بسیار
زوار	خادم زندان خانہ	ماہار	مہار شتر
زکیدن	آہستہ زیر لب گفتن	مزیح	طعنہ وظرافت
سان	عرض لشکر	منجوق	ماہچہ علم
مہت	سنگین و گران	ویلہ	نعرہ
ناباک	بے باک	ہرکارہ	دیگ سنگی
نخ	صف لشکر	ہزمان	ہر زمان
نوز	ہنوز	ہمانند	مانند
نیو	پہلوان	ہوش	جان
دان	نگہبان	ہیشک	چہار دندان پیشین
وبر	باددفہم		جانور درندہ

ہمایون نامہ (از) گلبدن بیگم

ترجمہ اُردو

گلبدن بیگم۔ بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ جنت مکانی کی بیٹی۔ اور ہمایون بادشاہ کی بہن اور جلال الدین محمد اکبر کی پھوپھی، کی تصنیف۔ باضافہ حواشی مفیدہ مستند مورخین کے فٹ نوٹ۔ ذیل کی تاریخوں کا نچوڑ جو قابل دید ہے (۱) جوہر آفتابچی ہمایون بادشاہ (۲) خواند میر مورخ ہمایون بادشاہ (۳) ابو الفضل (۴) بایزید (۵) سیدی علی رئیس امیر البحر (۶) ارسکائن (۷) تزک بابری (۸) الیٹ و ڈوسن (۹) عبد الباقی نہاوندی (۱۰) عبد القادر بدایونی (۱۱) الیاس و رس مترجم تاریخ رشیدی دیگر رسائل و جرائد وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲) نظام الدین۔ طبقات اکبری (۱۳) صمصام الدولہ شاہنواز خان (۱۴) بیوریج (۱۵) جیبرٹ (۱۶) جسکے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ متعلقہ حالات گلبدن بیگم اصل مصنفہ کتاب جو بذات خود تین عہد کی تاریخ ہے۔ بابر ہمایوں۔ اکبر۔ اخیر میں ایک ضمیمہ ہے جسمیں ۲۰۰ سے زائد اُن مشاہیر خواتین کا تاریخی نقطۂ نظر سے ذکر ہے جنکا ان ہر سہ عہدوں سے تعلق تھا از آن جملہ آٹھ سے زائد عکسی تصویریں ہیں۔ غرض زبان اردو میں ایسی تاریخ عنقا ہے۔ زیر طبع اعلیٰ پیمانہ پر قابل دید ہوگا۔

حیات بابر

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں مگر جہانتک دیکھا گیا کوئی بھی تاریخ جامعیت نہیں رکھتی لہذا ہمنے نہایت کوشش اور جستجو سے اس کتاب کو تیار کیا اور اس سے زیادہ تحقیق اور صحت کی انتہا ہو ہی نہیں سکتی۔

حیات بابر کے ماخذ

(۱) تزک بابری (۲) تاریخ رشیدی (۳) حبیب السیر (۴) احسن السیر (۵) شیبانی نامہ (۶) اکبر نامہ (۷) عالم آرائے عباسی (۸) ہمایون نامہ (۹) تاریخ حقی (۱۰) احسن التواریخ (۱۱) تاریخ فرشتہ۔ (۱۲) طبقات اکبری

حال کے ماخذ ارسکن۔ بیوریج۔ لین پول۔ کالنبد بکوٹ۔

کتاب نہایت اہتمام سے طبع ہو رہی ہے اول ایک مقدمہ۔ پھر اصل کتاب جسمیں ۶ فوٹو ہیں مختلف مواقع کے اور چار نقشے ہیں اس سے بہتر بابر کی لائف آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

حافظ سید ابو الحسن ابن سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی، جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح درج ہیں، حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ، حضرت صفیہ، مخالفین اسلام کے اعتراضونکا پورا جواب دیا ہے قیمت ۱۲ر

نکاح جعفر اور عباسہ، ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے تھے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں قیمت ۴ر

ٹمل جان کی سرگذشت، ساری کتاب تلازموں سے لبریز لکھنو اور دہلی کی پرانی زنانہ بولی کا پورا فوٹو جواب ناپید ہے ۶ر

کتب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت و رسومات شادی غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کیساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا فوٹو اور والدہ سلطانہ و قادن آفندی کے اختیارات، بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶ر

خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳ر

تذکرہ مشاہیر عالم، ہر دو جلد کامل معہ فوٹو مولانا شرر۔ جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، خلیفہ ناصر الدین اللہ، زبیر ابن عوام، عبد اللہ ابن زبیر ابن بطوطہ، بقراط جالینوس، مانی، سائدین وتھی، اعز الدین حسین، حاتم طائی، جبلہ بن ایہم، محمد بن تومرت، المہدی المغربی، ابو عثمان، سعید بن مسیح، ساتائی، سیبویہ، دمشق کی جامع بنی امیہ، ابوالاسود دولی، احمد بن طولون، ابو الضحاک، عمرو بن معدیکرب، دیدی، نابغہ زبیانی، اسکندر اعظم، سمسون ابن قراقر، شلمغانی، الحکم، المستنصر، محمد عبد اللہ، منذر بن مغیرہ، حجاج دمشقی مہوس، مسجد ایا صوفیہ، محمد علی پاشا، ابو جعفر منصور، ابو دلامہ شاعر، مسجد اقصیٰ، صلیبی جہاد، قیمت ۱۲ر

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، اسمی راہبس ملکہ بابل ہند، بنت نعمان لیلائے اخیلیہ، شہدہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ام سلمہ زوجہ سفاح، قطر الندی، بلقیس، اونغا، علیہ بنت مہدی، خدیجہ بنت القیم، ملکہ استیر، کیتھرائن، زبیدہ خاتون، اصفہانی، قلوپطرہ، میڈم ڈی اسٹائل، رابعہ بصریہ، فاطمہ فقیہہ، ملکہ زبا، ام ابان، رابعہ شامیہ، فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوازوجہ، فرزوق، مصنفہ فحہ، زیدہ، ہلینا قسطنطین اعظم کی ماں قیمت عہ ر جلد دوم عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی، دہیائے کاہنہ، قیصر، تھیوڈورا، آل عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، بوادیقیا، فارلس مانڈوا، عاتکہ زوجہ عبد اللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ، عمارہ، مرنۃ الطیفہ حدانیہ، ثبینہ، ام جعفر، حرقہ بنت نعمان، ست ملک ملکہ مصر، خولہ بنت الازور، قیمت عہ ر جلد سوم، جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں- دیدول ملکہ سور، پرتگال انڈلیس، راخیل ماریہ، رولانان، فلپون، عائشہ بنت معاویہ، تذکار بائی خاتون، ارشدامیہ، فریدہ، عفرار، عائشہ بنت [illegible]ہ، ہائی پیشیا، خرقا، ریا بنت الغریق السلمی، جنیفیاف، ظریفہ بنت صفوان، ام حکیم بنت قارظ، قیمت عہ ر، جو صاحب تینوں جلدیں ایک ساتھ کامل لیں گے انکو معہ محصول تین روپیہ میں معہ فوٹو مولانا شرر دیجاوے گی، کامل قیمت سے ر

تصانیف شمس العلما مولینا شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النعمان، امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کی مفصل سوانحمری آپکے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکتہ الآرا کتاب ہے۔ قیمت عہ

الفاروق، مفصل سوانحمری حضرت فاروق اعظم اس سے بہتر سوانح آپکی کوئی نہیں چھپی قیمت ہے مع نقشہ فتوحات اسلام

سفرنامہ روم ومصر وشام، اس کتاب میں دیگر چشم دید حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے قیمت عہ

الغزالی، امام محمد بن محمد الغزالی رح کی پوری سوانحمری اور ان کے کلام پر تبصرہ اور ریویو، قیمت عہ

سوانحمری مولینا روم، یعنی مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحمری مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر تبصرہ قیمت عہ

مقالات شبلی، یعنی مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین جو ابتک مرتب ہوکر شائع نہیں ہوئے تھے قیمت عہ

المامون، سوانحمری خلیفہ مامون الرشید اعظم اسمیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے عہ

الہارون، سوانحمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم قیمت عہ

اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر، عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاندین عالم کرتے ہیں مولانا نے کس خوبی سے انکار کیا ہے قیمت ۸ر

حیات سعدی، سوانحمری شیخ سعدی بکلام پر تبصرہ، ریویو ۸ر

حیات حافظ، سوانحمری خواجہ حافظ شیرازی رح قیمت ۸ر

حیات خسرو، سوانح حضرت امیر خسرو رح قیمت ۸ر

مجموعہ نظم شبلی، .... قیمت ۶ر

آغاز اسلام، مسلمان بچوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۸ر

مقالات شرر وجذبات شرر

یہ مضامین نہیں بلکہ انشائیہ معجزات ومعجز نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور منگائیں انہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں بیسیوں جادو نگار بن گئے مولینا سے پہلے نیچرل مضامین کا لکھنے والا ہندوستان میں کوئی نہ تھا ہمنے بڑی تلاش سے جمع کر کے طبع کئے ہیں قیمت عہ فہرست مضامین، دنیا، عمر دوروزہ، بدمستی، آدھی رات، ہم اور ہمارے کمالات، شمع سحر، خود پسندی، برسات، بیکسی، رنج والم، اندھیری رات، بادسحر، ہوا، گمشدگان سلف، از راست کہ برراست، شادی وغم، ہم آنیوالی گھڑی، برکھا رت، خلوص، ٹوٹا ہوا کھنڈر، موسم خریف، اچھوتاپن، اوس کی رت، غم جدائی، یاس، سراپائے حسن، زمانہ دیہات کی شام، عالم خیال، شمع حرم، خاموش آسماں، گرمیوں کی رت، باغ آرزو، فصل بہار، لالہ خودرو، بیخودی، پھول، غریب کا جھونپڑا، گورغریباں، قیمت عہ

اسلامی سوانحمریاں مولینا شرر عہ

ابواسحٰق شیرازی، قاضی ابویوسف، ابن سائغ اندلسی، ابوعلی فارسی، ابوحیان غرناطی، ابن سمعون، ابوبکر، خطیب بغدادی، ابوالفرج بن جوزی، ابراہیم حربی، ابوالعیناء، قاضی ابن ابی لیلی، ابوعثمان خالدی، ابوحاتم سجستانی، ابراہیم موصلی، عبداللہ ابن مبارک ابوعلی بن مسکویہ۔ قیمت عہ

المشتہر۔ سید ظہور الحسن، چھتہ لالی میاں۔ دہلی

PK
6458
S47
1920